حقیقتِ تصوّف

اور

اِتّصالِ نسبتِ نقشبندیہ

مُصنّف

قاضی محمد حمید فضلی

مکتبہ مُجدّدیہ فضلیہ گوجرانوالہ

حقیقتِ تصوّف

اور

اتصالِ نسبتِ نقشبندیہ

مصنّف

قاضی محمد حمید فضلی

مکتبہ مجدّدیہ فضلیہ گوجرانوالہ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : حقیقت تصوف اور اتصال سلسلہ نقشبندیہ

مصنف : قاضی محمد حمید فضلی

ناشر: مکتبہ مجددیہ فضلیہ گوجرانوالہ

باراوّل : 9/9/99

تعداد : گیارہ سو

اہتمام طباعت : حافظ محمد یعقوب فریدی، نیرّ صدیقی

اہتمام اشاعت : آرٹ ویلج کمیونیکیشن لاہور فون : 7230091

قیمت :

ملنے کا پتہ : دار العلوم نقشبندیہ امینیہ

اے بلاک ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ فون :40313

مکتبہ اہلسنت 16 لوئر مال لاہور فون : 7230091

فہرست

پیش لفظ	7
سلسلہ نقشبندیہ میں انقطاع کی حقیقت	10
جواب باصواب	13
روحی دنیا کا معاملہ	24
روحی علماء کی تشریحات	25
صفات کے لحاظ سے روح کا پھیلاؤ	26
امام جعفر صادقؒ	27
اعتراضات انقطاع کا پس منظر	37
تزکیۂ روح اور معرفت الٰہی کی اہمیت	37
تزکیے کا طریقہ	40
حضور ﷺ کی قرب ولایت والی حیثیت	41
سلاسل کی نسبت خلیفہ اول ورابع سے کیوں؟	42
حضور ﷺ کے کمالات ولایت کے انوار	44
فیض کا ایک غائبانہ طریقہ	45
انقطاع صحبت کے طعنے کا پس منظر	48
دوسرا گروہ فقہاء	50
تیسرا گروہ تزکیے والا	51.
اس گروہ سے محدثین وفقہاء کی آویزش	52
حضور ﷺ کی ذات گرامی کے انوار	58
حضور اکرم ﷺ کے عمل تزکیہ سے طبائع میں زبردست تبدیلی	60
مادہ تصوف کی تحقیق اور اسکی ابتداء	62
حضرت داتا گنج بخشؒ کا فرمان	64
صوفی، متصوف اور مستصوف	66
صوفیاء تاریخی پس منظر میں	66
حضرت داتا گنج بخشؒ کا مختصر تعارف	68
حضرت امام ابو القاسم قشیریؒ	68
تعارف مصنف	69
فتوح الغیب	69
تصوف کیا ہے؟	70
تعارف حضرت شیخ جیلانیؒ	71
حضرت شیخ شہاب الدینؒ	71
حضرت خواجہ حسن بصریؒ	71
صوفی کی تاریخ	74
پیغمبروں کے صحائف اور تصوف	76
صوفی کا تشخص	78
صوفی کے بارے میں جدید ذہن کی رائے	79

Marfat.com

لفظ صوفی کا اولین اطلاق 82

وجوہ تسمیہ 84

صوفی اور تصوف کے بارے میں متاخرین صوفیاء کا اظہار حقیقت 87

تصوف کے متعلق امام غزالی کی رائے 92

حضرت امام غزالیؒ کا مختصر تعارف 94

بیعت لینے والے مرشد کی شرائط 96

بیعت کی اقسام 97

دوبارہ بیعت کا حکم 98

بیعت کا طریقہ 98

عورتوں کو مرید کرنے کا طریقہ 99

خرقہ کی اقسام 101

خرقۂ اجازت 101

خرقۂ ارادت 102

خرقۂ تبرک 102

مختصر تعارف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 102

قرآن اور تصوف 103

متقی قرآن کی تعریف کی رو سے 104

بیداری، توبہ 109

محاسبہ 110

انابت، تفکر، تذکر 111

اعتصام، فرار 112

ریاضت، سماع 113

تصوف کے راستے اور قرآن کریم 114

حزن 114

خوف، اشفاق 115

خشوع، اخبات 116

زہد، ورع، تبتل 117

رجاء، رغبت 118

تصوف کے معاملات 119

رعایت 119

مراقبہ، حرمت، اخلاص 120

تہذیب، استقامت 121

توکل، تفویض 122

اعتماد و وثوق 123

تسلیم 124

اخلاق تصوف 125

صبر 125

رضا، شکر 126

حیاء، صدق، ایثار 127

خلق، تواضع 128

فتوۃ، انبساط 129

اصول تصوف 130

قصد 130

عزم، ارادہ، ادب 131

یقین، انس 132

ذکر، فقر، غنی 133

مقام المراد، علاج وادویہ تصوف،

احسان 134

علم، حکمت 135

بصیرت، فراست، تعظیم 136

الہام، سکینہ 137

طمانیت، ہمت 138

احوال تصوف 139

محبت، غیرت 139

شوق، قلق 140

عطش، وجد 141

دہشت، ہیمان 142

برق، ذوق 143

ولایات تصوف 143

لحظہ، وقت 144

صفا، سرور، سر 145

نفس، غربت 146

غرق، غیبت 147

تمکن 148

حقائق تصوف 148

مکاشفہ 148

مشاہدہ، معاینہ 149

اتصال، صحو 150

انفعال 151

نہایات تصوف 151

معرفت، حیات 152

قبض، بسط، سکر 153

فناء 154

بقاء، تحقیق 155

تلبیس، وجود، تجرید، تفرید 156

Marfat.com

جمع، توحید 157

توحید عامہ، توحید خاصہ، توحید ذات 158

امر، نہی 159

انتہائے تصوف 161

ایک اہم اعتراض 168

ایک اور وضاحت 177

فضیلت بوجہ علو سلسلہ 184

فضیلت کی اور وجہ 186

خضری نسبت 187

تعلیم کا مدون ہونا بھی فضیلت کی
ایک وجہ ہے 188

سفر در وطن، خلوت در انجمن 189

نظر بر قدم، ہوش در دم 190

یاد کرد، یاداشت 191

نگہداشت، وقوف قلبی 192

وقوف زمانی، بازگشت 193

حضرت خواجہ نقشبندؒ کا اختصار 194

ایک اور روحانی مشق، قابل ذکر بات 195

حضرت مجدد کی تحقیق 196

ایک تشریح 197

نقشہ سلاسل چودہ خانوادے 198

حضرت علیؓ کی کمالات ولایت و نور

نبوت 201

دوسرا اعتراض 201

کمالات نبوت کا فیض بذریعہ حضرت
صدیق اکبرؓ 203

نقشبندی اکابر 205

ذکر حضرت خواجگان 207

وصال شدہ شخصیت اور تربیت مرید 208

کلام و پیام ملاحظہ ہو 209

روحوں کا ادراک 210

ہمارے شاہ نقشبندؒ کی سنئے 211

اویسی نسبت کے حصول کا طریقہ 213

اویسی نسبت میں مشورہ اور رہنمائی 214

روحانیت میں اویسیت 215

ایسے اہل اللہ وصال کے بعد 217

صوفیاء کے متعلق حسن ظن کا
مشورہ 218

حضرت بایزید کے متعلق حضرت
ابن عربیؒ کی بات 222

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مقدس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے راستے مخلوقات کے سانسوں جتنے ہیں۔

جس طرح ہر گُلے را رنگ و بُوئے دیگر است ہوتا ہے تو ہر گدا را بردرش نازے دگر بھی کارفرما ہے کوئی اُسکے پانے میں بیک دانق گرفتم کا نعرہ مارتا ہے تو کوئی اس کے وصال کے میسّر نہ ہونے پر نالاں ہے۔ اس کا دین اور اپنا اپنا نصیبہ ــــــــ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے محبوب تک رسائی کا محبوب ترین طریقہ محبوب کا اتباع بتا کر بات مختصر کر دی ؎

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

وصلِ محبوب کے لئے اتباعِ محبوب اپنی جملہ حشر سامانیوں کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر کا وطیرہ رہا۔ اس لئے یہ سلسلہ جہاں بیگانوں کے طعنوں سے مطعون ہوا وہاں اپنوں نے بھی اسکے خلاف کسی موقعہ کو

Marfat.com

ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ سب سے اہم طعنہ جو ان اکابر کو دیا گیا وہ تھا انقطاع زمانی۔ اور اکابر سلسلہ کا باہمی فیض میں جسمانی صحبت کا فقدان ـــــ

ـــــ اس اعتراض کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی رہی، دولتمند کو مفلسی کا طعنہ دینے والا خود ذہنی اور روحی مفلس ہوتا ہے اس لئے ان سعادتمند اکابر نے قربِ وصل کی دولت کے مشاہدہ میں رہتے ہوئے ایسے اعتراض کو کبھی وقعت نہ دی اور انوارِ روحی وفیضانِ نبوّت کو تسلسل کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح جیسے آپ نے اپنے سینہ گوہر بار سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سینہ میں منتقل کیا یہ بھی وہی عمل کرتے ہوئے سینوں کو منوّر کرتے رہے۔ فضا میں گو اس اعتراض کی گونج رہتی مگر ان کی نوری ضیاء پاشیاں اس آواز کو ھبار منثورا کر دیتی تھیں۔

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے اس اعتراض کے جواب میں الہامی اشعار پیش فرما کر ان نارسایانِ رُوح کو خاموش کرانے کی کوشش کی تاہم بُری خصلت بہانے بہت وہ اشعار یہ ہیں :

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ بُرند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
قاصرے کو زند ایں طائفہ را طعن قصور
حاشا للہ کہ برآرم بہ زباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چیساں بگسلد ایں سلسلہ را

Marfat.com

"نقشبندی عجب قافلہ سالار ہیں جو اپنے متعلقین کے قافلے کو چھپے ہوئے راستہ سے حرم تک پہنچاتے ہیں کوئی قاصر کسی قصور کا طعنہ اس سلسلہ والوں کو دے تو خدا کی پناہ کہ میں کوئی کلمہ زباں پر لاؤں۔ دنیا جہاں کے شیر اس رسی، زنجیر کی باہمی مربوط کڑیوں میں باہم پیوستہ ہیں۔ انقطاع کہاں ہے۔ طعنہ دینے والی لومڑیاں انقطاع کے طعنہ سے اس مربوط و مضبوط زنجیر دری کو کس طرح توڑ سکتی ہیں"

ہمارے مرشدِ محترم حضرت قاضی حمید فضلی دام مجدھم

کے محبوب ترین پیر بھائی اور حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ قاضی صدر الدین صاحب کے اہم خلیفہ مجاز قاضی مسعود الحسن صاحب آراضی نے ——— انقطاع نسبت کے سلسلہ میں خود کو معرض الزام میں لاکر حضرت مرشدی قاضی فضلی دام مجدہم سے اس حقیقت سے پردہ کشائی کے لئے خط لکھ بیٹھے۔ آپ نے جو جواب دیا وہ ماہنامہ "فیض" ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۸۷ء جنوری ۸۸ء میں مسلسل شائع ہوتا رہا جسے ادارہ آج ادارہ فیوضاتِ مجددیہ کتابی شکل میں افادہ عام کے لئے شائع کر رہا ہے۔

سالکانِ طریقت کے لئے اس مختصر کتاب میں علوم و معارف کا بے پایاں سمندر ہے جو نہ صرف سلسلہ نقشبندیہ کے انقطاع کے جواب پر مشتمل ہے، بلکہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو عدم صحبت اور اخذ فیض کے سلسلہ میں تشویش پائی جاتی تھی اس کا بہترین دفعیہ اور عمدہ جواب، نرالی توجیہہ بھی ہے۔ ختم شد

Marfat.com

سلسلہ نقشبندیہ میں انقطاع کی حقیقت

اور اس اعتراض کا مسکت روحی جواب

حضرت معظم قاضی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ خلیفہ مجاز قاضی مسعود الحسن صاحب آراضی نے ملک کے جملہ متوسلین سلاسل روحانیہ کے نام دو سوالنامے مرتب فرما کر ارسال فرمائے اور ان اکابر سے تسلی بخش جواب کی توقع ظاہر فرمائی۔

اس ضمن میں انہوں نے اپنی خوش فہمی کی بناء پر اس عاجز کو بھی مخاطب فرمایا ہے۔ عاجز نے اپنی محتاط طبع کے تحت ان سے پوچھا کہ یہ سوالات ذاتی نوعیت کے ہیں یا "فیض" میں جواب کے لئے بھیجے ہیں۔ اس عرضداشت کے بعد انہوں نے مندرجہ بالا انکشاف کیا کہ ملک کے تمام متعلقین سلاسل روحانیہ کو خطاب کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ عمومی ہیں۔

ہم اپنی بساط کو دیکھتے ہیں
تو اپنے اندر سوائے اس کے کہ کچھ خاندانی تربیت اور علمی تعلیم اور رُوحا

Marfat.com

مشق جو خاندان غیر خاندان کے اکابر کی صحبت میں رہ کر حاصل کی ہے۔ یا کچھ صاحب نعمت بزرگوں کی دید شنید سے جو پلے پڑا ہے اسے سجا کر بیٹھے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس کیفیت میں ہم کسی بھی رُوحی، علمی مسئلہ پر اظہارِ خیال کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے۔ مگر جب ان اکابر کی طرف نظر جاتی ہے تو ہمارا باطن اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ نہیں ہم میں اہلیت ہے۔ ہم نے علم و فضل کے جوتے سیدھے کئے ہیں۔ سالہا سال ان اکابر کے نور کو جذب کیا ہے۔

ہم بے کس نہیں ہماری رسائی نُور کے منبع تک ہے۔ اس لئے ہم کسی مسئلہ کی وضاحت میں کسی علمی تحقیق سے کیوں پہلو تہی کریں تو مجبوراً قلم میدانِ بیان میں اتر آتا ہے۔ اس صُورت میں بزرگوں کا نور مہمیز کا کام دیتا ہے۔

چنانچہ مندرجہ ذیل سوالناموں میں بھی کچھ ہمارے ساتھ بیت رہا ہے اور ہم نشۂ نورِ عرفان سے مخمور گویا ہو رہے ہیں۔

سوالنامہ نمبر ۱

ہمارے نقشبندیہ سلسلہ میں عدم تسلسل اور انقطاع ایک تکلیف دہ اُلجھن ہے۔ امید ہے کہ آنجناب اس معاملہ میں تشفی فرمائیں گے۔

و۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متعلق مشائخ نقشبندیہ (طبع لاہور) اور حضرات القدس (طبع سیالکوٹ) میں مذکور ہے کہ آپ کو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتساب ہے۔ آپ کی تربیت رُوحانیت حضرت امام رحؒ

Marfat.com

سے تمام تر ہوئی کیونکہ آپ کی پیدائش حضرت امام رضؓ کے بعد ہوئی آپ نے حضرت رضؓ کو نہیں دیکھا۔

و۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر ہے کہ آپ کو تصوف میں بطریق اولیت حضرت سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے انتساب ہے۔ کیونکہ آپ کی ولادت حضرت کی وفات کے بعد ہوئی۔

و۔ اسی طرح حضرت ابوالحسن کی وفات ۴۲۴ھ میں ہوئی اور حضرت شیخ علی فارمدی کی پیدائش ۴۳۴ھ میں دس سال بعد ہوئی۔ بزرگوں سے سُنا ہے کہ اہلِ قبور مشائخ سے فیض حاصل ہو سکتا ہے لیکن تربیت نہیں ہو سکتی تربیت زندہ مشائخ ہی کر سکتے ہیں تو اس صُورت میں صاحبِ اجازت کیسے ہوا اور خرقہ خلافت کیسے ملا۔

نمبر ۲:۔ حضرت امام جعفرؓ کا سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن اہلِ تشیع بھی انہیں اپنا امام سمجھتے ہیں اور اپنی فقہ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ آیا یہ فقہ ان کی حیات میں مرتب ہوئی ؟
اگر آپ کی حیات میں مرتب ہوئی تو پھر فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں اختلاف کیوں ہے۔ حالانکہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔

عاجز مسعود الحسن قاضی
مقام و ڈاکخانہ اراضی سب آفس ساگری
ضلع راولپنڈی

Marfat.com

جوابِ باصواب

نہ خط شناس امیدم نہ درس واقف بیم
بحیرتم کہ محبت چہ میکند تعلیم
درونِ پردۂ ہستی تردد انفاس
اشارہ ایست کہ اینجا مسافراست مقیم

حضرت محترم قاضی صاحب

سلاسل تصوّف کا تعلق رُوح سے ہے۔ تصوّف میں رُوح کی صحت و بیماری کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے سب سے اوّل ہمیں رُوح کے سلسلہ میں امکانی حد تک معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ رُوح کیا ہے؟

قرآن کریم میں اسے "اَمرِ ربّی" کہا گیا ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود کے مشورہ کے بعد قریش نے تین چیزوں کا سوال کیا تھا۔ جن میں ایک رُوح کے متعلق تھا۔ رُوح کی حقیقت اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک غیر معلوم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضور کو رُوح کی حقیقت معلوم تھی کیونکہ حضور اصلِ ارواح ہیں:۔

مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ تم کو رُوح کا علم تھوڑا سا دیا گیا ہے۔

یہ یہود و قریش سے خطاب ہے،

Marfat.com

بہرحال رُوح کی حقیقت میں مختلف اقوال و نظریئے ہیں۔ فلاسفہ اور بعض صوفیاء اسلام بھی اس کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ قطبی فرماتے ہیں رُوح کُن کی ذلت سے مستثنیٰ ہے۔ یعنی کُن (ہو جاؤ) کے امر کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے وجود میں نہیں آیا بلکہ وہ قدیم ہے۔

بعض فلاسفہ رُوح کو جسم مانتے ہیں بعض جوہر، بعض عرض، بعض اسے مُحدَث (نیا پیدا شدہ) کہتے ہیں۔

آتش پرست بھی فلاسفہ کی طرح اسے قدیم مانتے ہیں۔

تناسخ والے بھی اسکی قدامت کے قائل ہیں۔

اس اختلاف کے بعد ایک دُوسرا اختلاف بھی ہے کہ آیا رُوح جسم سے قبل پیدا ہوئی یا جسم کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئی۔

متکلمین کہتے ہیں کہ رُوح عرض ہے اور عرض جب تک محل نہ ہو قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا رُوح کے لئے جسم کی ضرورت ہے۔ جب تک جوہر و جسم نہ ہوگا رُوح کا وجود محال ہے۔ اس صُورت میں ان کے نزدیک انسانی جسم رحمِ مادر (ماں کے پیٹ) میں مکمل ہو جاتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ رُوح پیدا کر دیتا ہے۔ یہ نہیں کہ رُوح پہلے سے موجود تھی۔ بعد میں اس جسم میں آگئی۔ ان کے نزدیک مرنے کے بعد جسم کی طرح رُوح بھی فنا ہو جاتی ہے مگر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی رُو سے یہ سب مذاہب باطل ہیں۔ قرآن کریم میں جسم کی تخلیق سے قبل ذرّیت آدم سے وعدہ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ رُوح جسم سے قبل پیدا شدہ ہے۔ ارواح کی تخلیق میں

Marfat.com

میں علماء اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ سب سے اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک کو پیدا کیا۔ پھر اولوالعزم پیغمبروں کی اس کے بعد دیگر انبیاء و رُسل کی پھر صدیقین کی پھر شہداء کی، پھر اولیاء کی پھر عام مخلوق کی ان میں ہر گروہ کی صفیں تھیں۔ تمام رُوحیں صف بستہ کھڑی تھیں۔

اس وقت جو رُوح جس جس صف میں تھی وہ دنیا میں آنے کے بعد ان صف والوں سے رُوحی تعلق رکھتے ہیں۔ خوشی محسوس کرتی ہے۔ بعض نکتہ دان یہ بھی فرماتے ہیں کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا ربّ نہیں، کے خطاب میں چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء میں ربّ کے نام پر سوال کیا تھا۔ اس لئے ربّ کا انکار نہ کافر کر سکتے تھے نہ مومن کیونکہ ربوبیت کا تعلق جسم سے تھا۔ اس اسم عام کی وجہ سے سب نے اقرار کیا۔ اس اقرار میں پھر سُننے والوں نے مختلف حیثیتوں سے سُنا۔ جس نے جس حیثیت سے سُنا اس کے دل میں ربّ کے متعلق وہی حیثیت تعلق و بندگی میں کارفرما ہوئی۔ جس شخص نے یہ خطاب صفت کریم کے ریسیور سے سُنا تو اس کے مقدر میں رجاء اُنس خدا کے تعلق میں آیا۔ بعض نے جلالی صفات کے ذریعہ خطاب الست سُنا تو ان کے حصّہ میں خوف و زہد آیا۔ بعض نے اس آواز کو صفتِ عدل سے سُنا تو ان کے نصیب میں شقاوت و بدبختی آئی (خدا ہمیں بچائے آمین) بعض نے فضل کی صفت سے سُنا تو ان کے نصیب میں سعادت و قربت آئی۔ گو یہ خطاب ایک تھا مگر صفاتِ الٰہیہ مختلف تھیں۔ جن کے سننے کی وجہ سے لوگ مختلف رُوحی صفات و تضادات سے متصف ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"روحیں اکھٹی کی ہوئی لشکر ہیں۔ جب یہ ایکدوسرے سے ملتی ہیں تو خوشبو سونگھتی ہیں۔ جس طرح دوست، دوست کی خوشبو سونگھتا ہے۔ پس جس روح کا تعارف دوسری سے ہوا تو ان کی آپسمیں محبت ہوتی ہے۔ جس کا تعارف باہمی نہ ہو تو ان کا آپسمیں اختلاف ہو جاتا ہے۔" نیز حضور کا فرمان ہے کہ کوئی مومن اگر مسجد میں آتا ہے تو ہزار منافقوں میں ایک مومن ہو تو یہ مومن اس کے پاس ہی جاکر بیٹھے گا۔ اسی طرح اگر ہزار مومن ہوں اور ایک منافق ہو تو آنے والا منافق اسی منافق کے پاس جاکر دم لے گا۔"

ایک مقولہ بھی عربی میں ہے:

" اَلنَّاسُ اَجْنَاسٌ کَاَجْنَاسِ الطَّیرِ کُلُّ طَائِرٍ یَطِیْرُ اِلٰی شَکْلِہٖ "

لوگ پرندوں کی مانند مختلف جنس ہیں۔ ہر پرندہ اپنی جنس و شکل کی طرف پرواز کرتا ہے۔

فارسی شعر بھی اسی میں ہے ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز ، کبوتر با کبوتر باز با باز

ہر جنس اپنی جنس کے ساتھ پرواز کرتی ہے کبوتر، کبوتر باز باز سے۔

اس در دِ کسر سے یہ معلوم ہوا کہ روحیں جسموں سے قبل پیدا ہوئیں۔ اور

اُن سے اللہ تعالیٰ نے خطاب بھی فرمایا یہ خطاب جسم سے قبل تھا۔
بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رُوح ، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رُوح ، ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رُوح ، ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی رُوح ایک دن پیدا ہوئیں۔ زمانے کا آگے پیچھے ہونا جسموں کے اعتبار سے ہے جو ادراکِ روحی کے لئے مضر نہیں۔ رُوح کا فیض رُوح سے ہوتا ہے۔ جسم سے نہیں ہوتا ، رُوحوں کی پیدائش کا زمانہ ایک ہے۔
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رُوح سے فیض کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس جواب کا تعلق عمل ، مشقت ، ریاضت سے ہے۔ ہر ایک کو بیٹھے بٹھائے تر نوالے کھانے سے مل سکتا تو آج دنیا روحانیت سے بھری پڑی ہوتی۔ اس فیض کے حصول کے لئے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ بایزید ، ابوالحسن ، ابوعلی فارمدی ، بننا پڑتا ہے ۔ تب جا کر رُوح کا جوڑ دُوسری رُوح سے پیدا ہوتا ہے۔
حضرت اویس قرنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دُور اپنی ماں کی خدمت کے طفیل تصورِ محبوبِ خدا میں تھے۔ اس تصور نے رُوحوں کا جوڑ پیدا کیا۔ فیض کی ایسی کیفیت سے نوازا کہ آپ خیر تابعین ہوئے۔ دیکھئے یہاں جسموں کا اجتماع نہیں مگر رُوحی جوڑ کا تصرف ملاحظہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ جیسے ممتاز صحابہ اسکی دید کی طلب رکھتے ہیں۔ حضرت جی رُوحی فیض میں جسمانیت کا اجتماع ضروری نہیں۔ ہاں البتہ فیض لینے والے کی قوتِ رُوحی کا جذب کارفرما ہونا ضروری ہوتا ہے اور جوڑ بھی۔ ہمارے اکابر فرماتے ہیں ؎

گر تو با منی در یمنی نزد منی ، ور تو نزد منی بے منی در یمنی

Marfat.com

یعنی تو اگر جسمانی صحبت کے باوجود رُوحی جوڑ، جذب اپنے مرشد سے نہیں رکھتا تو مُرشد کے پاس ہوتے ہوئے بھی یمن میں ہے۔ اگر یمن میں ہے مگر رُوحی جذب و جوڑ، خیال و تصور مرشد کی طرف ہے تو جسمانی طور پر دُور ہونے کے باوجود تو مُرشد سے فیض میں زیادہ اہلیت رکھے گا۔ اس لئے رُوحی فیض زندہ ولی یا بقول عوام مردہ ولی (ولی مردہ نہیں ہوتے) سے روحی جوڑ کا ہونا ازحد لازمی ہے۔ وہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان بقول جنید بغدادی اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا۔

"ہمارے جسم ہماری رُوحیں ہیں اور ہماری رُوحیں ہمارے جسم ہیں کا حامل ہو۔"

یعنی جسم پر لطافت کی وجہ سے رُوح کا اطلاق ہو سکے۔ اور جسم کے ہوتے ہوئے رُوح کا اطلاق ہو سکے۔ جسم کو لطیف بنانا کثرتِ ذکر سے ہوتا ہے اور پابندی اوقات سے۔ جب کوئی شخص یہ محنت کر لے تو اس کا جسم کثرتِ ذکر سے فنائیت کاملہ سے متصف ہو جائے لطافت میں کمال کو پہنچ جائے۔ جسم اور رُوح میں باہمی امتیاز اٹھ جائے۔ تو اس کیفیت والا اپنے روحی جوڑ سے جس رُوح سے بھی چاہے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

چنانچہ محی الدین ابنِ عربی فتوحاتِ مکیّہ ج ۲ ص ۴۹، ۵۰ میں رُوحی ایک کیف کو بیان کرتے ہیں کہ اختصاصِ خلیلی کے جو حضرت محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے۔ اسمیں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں ایک کیفیت رُوحوں کے نزول کی ہے۔ جس شخص پر رُوحوں کا نزول ہوتا ہے۔ اسکی تنگی، بوجھ کے احساس کا بیان۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں تن تنہا قبروں میں رہنے لگا تو مجھے

Marfat.com

کسی نے کہا کہ شیخ یوسف بن یخلف کرعی میرے متعلق میرا نام لے کر کہ محی الدین ابن
عربی نے زندہ بزرگوں کی صحبت چھوڑ دی اور مردوں کی صحبت پسند کر لی۔ میں
نے انہیں پیغام بھیجا کہ آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میری صحبت کن لوگوں میں ہے
تو میرے پاس تشریف لائیں۔ آپ کو پتہ چلے۔ چنانچہ وہ چاشت کے نفل پڑھ
کر اکیلے میرے پاس آئے۔ مجھے ڈھونڈا، مجھے قبروں میں خاموش پایا۔ میں
اپنے پاس حاضر رُوحوں سے ہمکلام تھا وہ میرے پاس ادب سے آہستہ
آہستہ آتا گیا۔ میں نے کن اکھیوں سے انہیں دیکھا ان کا رنگ فق تھا۔ اور نفس
کی تنگی محسوس کر رہا تھا۔ اور ساتھ ہی رُوحی بوجھ سے سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر
سکتا تھا۔ جب میں ان رُوحوں سے باتیں کر چکا۔ محفل ختم ہو گئی تو شیخ نے
اطمینان کا سانس لیا اور میری طرف رُخ کرتے ہوئے میری پیشانی کا بوسہ
لیا تو میں نے کہا استاد مردوں کی صحبت کون کرتا ہے میں یا آپ ؟
انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم ہم مردوں کی صحبت میں دن رات گذار
رہے ہیں۔ اگر تیری یہ کیفیت ذرا بھی دراز ہو جاتی تو میں مر جاتا۔ انہوں نے
مجھے میرے حال پر چھوڑا واپس ہوتے ہوئے لوگوں سے کہا، جو شخص عزلت
میں کنارہ کش ہونا چاہئے تو محی الدین ابن عربی کی سی کنارہ کشی اختیار کرے
حضرت جیسے رُوحوں سے فیض کی کیفیت ایسی ہوتی ہے۔ یہ ہر بوالہوس کا نصیبہ
نہیں، یہ ایک ایسی بلندی ہے جس کا ادراک فرقہ بازیوں کے طفیل روٹی کھانے
والے جاہل نارسا صوفی نہیں کر سکتے۔ سلسلہ عالیہ کے انقطاع کو زیر بحث
لانے والوں کو رُوحی ادراک سے کیا نسبت۔ اس انقطاع پر ایک اور واقعہ

Marfat.com

بھی سُن لیجئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے والد محترم شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حالات میں لکھتے ہیں۔ والد محترم فرماتے ہیں میں نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا تو سوال کیا حضرت ہم صوفی لوگ جس نسبت کے حصُول کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ وہی نور ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں تھا۔ یا کہ زمانہ کے گذرنے پر وہ نور، وہ نسبت بدل چکی ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا اپنی نسبت دِل کی طرف متوجہ ہو تاکہ میں ملاحظہ کروں۔

چنانچہ شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں میں شغل نسبت میں ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہی نسبت وہی نور ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں تھا۔

(انفاس العارفین صہ ۴۲، ۴۳)

فرمائیے اگر نقشبندی نسبت میں انقطاع نُور، نسبت ہوتا تو شاہ عبدالرحیم نقشبندی کی نسبت کی گواہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کیوں دیتے کہ یہی حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی نسبت ہے۔ اسی انقطاع کے طعنہ پر شاید مولانا جامیؒ ببانگ دہل سلسلہ عالیہ کے متعلق دعویٰ فرماتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

Marfat.com

قاصرے کو زند ایں طائفہ را طعن قصور

حاشا للّٰہ کہ برآرم بہ زباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ را

روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ :- نقشبندی عجب قافلہ سالار ہیں کہ جو قافلہ کو چھپے ہوئے راستہ سے حرم الٰہی ، حرم نبوی تک پہنچاتے ہیں کوئی قاصر ناقص العقل انقطاع صحبت کا طعنہ دے ۔ تو خدا کی پناہ کہ میں اس سے اپنی زبان پر گلہ شکوہ کا کوئی لفظ لاؤں ۔ انقطاع صحبت والے بھی کبھی نیسر ہوتے ہیں ۔ یہاں تو تمام شیر اس سلسلہ سے وابستہ ہیں ۔ کبھی انقطاع وعدم تسلسل کا اعتراض کرنیوالی لومڑی کے کہنے سے اس سلسلہ میں انقطاع نسبت آسکتا ہے ۔

جناب عالی نسبت کے انقطاع کا ضعف ہوتا تو ہمارے اکابر کا یہ دعوٰی جو امام مہدی کے متعلق فرماتے ہیں ملاحظہ ہو حضرت مجدد احمد سرہندی کا مکتوب دفتر اوّل حصہ اوّل ۲۳۲ صفحہ ۸ ۔ وہ کمال جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ خاص ہے ۔ اولیاء اللہ میں سے بہت کم لوگ اس سے مشرف ہوسکے ۔ حضرت مہدی میں یہ کمال بوجہ اتم ظاہر ہوگا ۔ یہ کمال ، جذبہ ونسبت سے بلند ہے ۔ ان اوصاف والے حضرت مہدی کے متعلق حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مکتوب ۶۸ ص۵ میں فرماتے ہیں :

چونکہ امام مہدی بڑے ہوں گے ۔ ان کی وجہ سے اسلام میں عظیم تصرف ہوگا اور آپ خوارق اور زیادہ کرامت والے ہونگے

Marfat.com

آپ کے زمانہ میں عجیب عجیب آیات کا ظہور ہوگا۔

اسی طرح حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مکتوب دفتر اوّل ۲۲۴، ۲۸، ۲۹ (حصہ چہارم) میں اپنے معارف کا حصہ وافر حضرت مہدی موعود کا نصیبہ بتاتے ہیں۔

اس طرح دفتر اوّل مکتوب ۳۲، ۴۸ میں فرماتے ہیں۔ یہ نسبت حضرت مہدی میں پورے طریقہ پر ظہور ہوگی۔

نیز مکتوب ۲۵۱، ۶۵ دفتر اوّل حصہ چہارم میں فرماتے ہیں؛

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مہدی موعود جو ولایت معہود کی اکملیت رکھتے ہیں۔ وہ بھی اسی نسبت پر ہوں گے اور سلسلہ نقشبندیہ کی تکمیل وانجام ان سے ہوگا۔ اس لئے کہ تمام ولایتوں میں کمالات نبوت کا حصہ بہت تھوڑا ہے اور ولایت نقشبندیہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسبت کی وجہ سے کمالات نبوت کا حصہ وافر رکھتی ہے۔ حضرت مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑے گا کہ اپنے اکابر کے اس قسم کے علی الاعلان بلند بانگ دعادی جو حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں۔ سلسلے کا ایک فرد کہے کہ سلسلہ میں عدم تسلسل اور منقطع ہونا ایک خاص تکلیف دہ الجھن ہے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ہم جیسے نالائق۔ افسوس کہ عظمت آبا رسے غافل ہیں۔ اب بتائیے حضرت مجدد کے اس دعویٰ کی تردید سلاسل کے کسی بزرگ سے ہوئی یا کسی صاحب سلسلہ نے حضرت مہدی کی نسبت کو اپنے سلسلہ سے وابستہ فرمایا۔ اگر ایسا نہیں تو پھر انقطاع وعدم تسلسل کا طعن دینے والے جنہیں روحی فیض

Marfat.com

کے اکتساب کا علم ہی نہیں کہاں تک رُوحی امتیازات کو زیر بحث لاکر اپنی خباثت کا ثبوت دیتے رہیں گے یا ہم جیسے فرزندان ناخلف۔ ان طعنہ دینے والوں کی باتوں کو قابل توجہ سمجھ کر ذلیل ترین بحث کو میدان میں لے آئیں ۔حضور فیض جسمانی معیت کے بغیر رُوحی صفائی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جو ہمارے اکابر کو بحمداللہ دریا دریا بہانے کی صُورت میں ملا ہے۔

رہا یہ سوال کہ اہل قبور مشائخ سے فیض حاصل ہو سکتا ہے لیکن تربیت نہیں ہو سکتی۔ تربیت زندہ مشائخ ہی کر سکتے ہیں۔ اس صُورت میں اجازت کیسے ہوئی اور خرقہ خلافت کیسے ملا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض رُوحیں انجذاب میں، ملاءِ اعلےٰ سے جوڑ لیں، ذکی الحس ہوتی ہیں وہ یادِ الٰہی کی تھوڑی سی مشق شروع کریں تو ان کے احساسات، شعور و ادراک میں ایک گونہ روشنی آنی شروع ہوتی ہے اور اس ذکر سے انس و لذت حاصل ہوتی ہے۔ یہ لذت انہیں کشاں کشاں ہاتھ پکڑ کے رُوحی صفائی کے مدارج طے کراتی ہے۔ رُوحی امراض ان میں بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ اللہ کے چند ثانیے یا نفی اثبات کے ذکر کی چند ضربیں انہیں معارف رُوحی، فیض و نسبت کا اہل بنا دیتی ہیں اور یہ لوگ جہاں ان کا نصیبہ ہوتا ہے۔ وہاں سے حصہ پا لیتے ہیں۔ بلکہ اس قسم کے لوگوں کے کشکول میں مختلف بزرگوں کے عطیات ہوتے ہیں۔

عطیات، فیض، معارف، نسبت کا احساس خود شناسی، خدا شناسی کی لذت میں یہ بادشاہ ہوتے ہیں۔ ایسی کیفیت میں ان کے لئے خرقہ، ٹوپی

Marfat.com

خلعت، بازار سے خریدنی نہیں پڑتی۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے کہہ دیتے ہیں، میدان رُوحی میں اور شہبازوں کو شکار کرو۔ اُمت میں میرا نور پھیلاؤ، چمگادڑوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ جنہیں رُوحی معارف، فیض کا کچھ پتہ نہیں ان کو اندھیروں کی طرف دھکیلو۔ یہ کچھ ہمارے اکابر کے ساتھ ہوا۔

رُوحی دُنیا کا معاملہ

امام شعرانی طبقات کبریٰ ج ص ۱۵۵ میں فرماتے ہیں۔ سہل بن عبداللہ تستری کہا کرتے تھے میں اپنے مریدوں، شاگردوں کو الست والے اس دن سے جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ کون میرے دائیں طرف تھا۔ اور کون بائیں طرف، اسی الست بربکم والے دن سے میں ان کی تربیت کر رہا ہوں اور وہ مجھ سے اس وقت پوشیدہ نہیں۔

فرمایئے کیا حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ بایزید بسطامی رح، ابوالحسن خرقانی رح، اس قابل نہ تھے۔ جو اپنے مریدوں سے غافل ہوں۔

حضرت رُوحی فیض اس طریق پر ہوتا ہے اسی طرح اجازت تربیت و سلوک مشائخ دیتے ہیں۔ تربیت اس شخص کی اہل قبور سے مشکل ہے جو خود مردہ ہو۔ جو یادِ الٰہی کی سالہا سال کی مشق سے زندہ ہوچکا ہو اور رُوحی ادراکات کا تجزیہ کرسکتا ہو۔ اسکی تربیت مشائخ قبور کرسکتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے، عیاں را چہ بیان، یہ اندھوں کی کھیر نہیں۔ یہ رُوحی ذوق ہے۔

Marfat.com

رُوح کے متعلق رُوحی عُلماء کی مختلف تشریحات

بعض فرماتے ہیں ،۔ رُوح کی دو قسمیں ہیں :

(۱) رُوح جاری

(۲) رُوح مقیم

رُوح جاری نیند کے وقت نِکل جاتی ہے ۔ اور رُوح مقیم موت سے نکلتی ہے ۔

عین القضاۃ ہمدانی فرماتے ہیں ،۔ رُوح کی چار قسمیں ہیں :

(۱) نامیہ (۲) متحرکہ ، (۳) ناطقہ (۴) قدسیہ

نامیہ جُملہ موجودات ، حیوانات ، انسان ، نباتات میں ماں کے رحم میں خارج رحم پرورش کرتی ہے ۔ یہ رُوح مخلوق ہے ۔ جس طرح خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا ۔ زمین وآسمان اور اس کے درمیان چیزوں کو پیدا کیا ہے ۔

متحرک ، رُوح ، حیوانات ، انسانوں میں ہوتی ہے ۔ نباتات میں نہیں ہوتی ۔ اس رُوح کو حیوانی بھی کہتے ہیں ۔ یہ رُوح بھی مخلوق ہے ۔ اس رُوح کی تاثیر عناصر میں جُملہ حیوانات اس رُوح سے متحرک ہیں ۔

رُوحِ ناطقہ ۔ یہ انسان کے ساتھ خاص ہے ۔ نباتات میں نہیں ۔ اس رُوح کو انسانی کہا جاتا ہے ۔ اس کا عناصر سے تعلق نہیں ہوتا ۔

Marfat.com

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کی طرف اشارہ ہے۔

رُوح قُدسی:۔ یہ رُوح انبیاء اخص اور اولیاء سے خاص ہے۔ اسے سکینہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسے منفوخ بھی کہتے ہیں۔ انبیاء اولیاء کے تصرفات اس رُوح سے ہوتے ہیں۔

صفات کے لحاظ سے رُوح کا پھیلاؤ

رُوح کی صفات، سات ہیں، نورانیت، محبت علم، حلم، انس، بقاء، حیات، ان بنیادی صفات سے دُوسری صفات نکلتی ہیں:

نورانیت سے:۔ سمعی، بصری، متکلمی

محبت سے: شوق، طلب، صدق

علم سے:۔ ارادت، معرفت

حلم سے:۔ وقار، حیاء، تحمل

انس سے:۔ شفقت، رحمت

بقاء سے:۔ ثبات و دوام

حیات سے:۔ عقل، فہم

رُوح اپنی قوت مدرکہ سے فکری متحرکہ سے عملی صفات بالفصل حاصل کرسکتی ہے۔

Marfat.com

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امامیہ شیعہ کے ہاں چھٹے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ کوئی (ابو اسمٰعیل بتاتے ہیں) القاب آپ کے مختلف ہیں مشہور ترین لقب صادق ہے۔ ان کی والدہ اُمّ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رض تھیں۔ اُمّ فروہ کی ماں حضرت جعفر کی نانی اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رض تھیں۔

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۰ھ کو ہوئی اور ۱۴۸ھ کو وفات بتاتے ہیں۔ آپ کے شاگرد رشید ابن حیان صوفی نے ایک ہزار ورق پر مشتمل آپ کے پانچصد مسائل آپ کی وفات کے بعد تصنیف کئے، ہو سکتا ہے اسمیں آپ کے فقہی اعتقادات ہوں۔ امام صاحب کے اساتذہ میں آپ کا آپ کے والد امام باقر رض کا ذکر ضرور ہے۔ مگر حضرت امام اعظم کی کتب تاریخ میں دو دفعہ آپ سے ملاقات کا ذکر ملتا ہے۔ باقی فقیہ کا اختلاف رائے اجتہاد کا تضاد کوئی شاگردی کے منافی نہیں یہ تو امام صاحب کے شاگردوں نے بھی آپ سے کیا اور نہ ہی رائے واجتہاد کا خلاف محبت کے منافی ہے۔ یہ کہنا کہ امام صاحب اور حضرت جعفر کی فقہ میں اختلاف کیوں ہے۔ فضول سی بات ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امام کا قول ہے جو حکم اللہ و رسول سے ہے وہ سرآنکھوں پر جو صحابہ سے اسمیں ہم بہتر کی تلاش کریں گے۔ اور جو تابعین سے ہے اسمیں ہم ان کے پابند نہیں وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں۔

Marfat.com

(تاریخ خمیس ج ۲ صفحہ ۴۲۸)

(تاریخ خمس ج ۲ صفحہ ۴۲۸)

اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ

خود تابعی ہونے کی دَرجہ سے اپنے معاصرین کو اپنی خداداد ذہانت شعور وفقہ کے طفیل خاطر میں نہیں لاتے۔ حضرت امام باقر، جعفر سے تلمذ ہو بھی تو وہ حدیث کی روایت کی حد تک ہو گا۔ تفقہ میں آپ خود مجتہد ہیں۔ مجتہد دوسرے کا مقلد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فقہ جعفری، فقہ حنفی میں اختلاف کا ہونا لازمی ٹھہرا۔ یہ تھے حضرات کے پہلے سوالنامے کے جوابات۔ اُمید تو ہے کہ کچھ اطمینان کا سامان ہماری خامہ فرسائی سے حاصل ہو جائے گا۔ خدا کرے ایسا ہو۔ اللہ ہماری کوششوں کو مشکور بنائے۔ آمین

سوالنامہ ۲

چند ذہنی اور رُوحانی اُلجھنیں ہیں، جو معروضات کی صُورت میں تحریر ہیں۔ اُمید ہے کہ آنجناب تشفی بخش جواب کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔

نمبر ۱: تزکیہ کیا ہے؟

نمبر ۲: تزکیہ نفس، تزکیہ رُوح اور تزکیہ باطن، آیا ایک ہی چیز ہیں یا الگ الگ۔ جُدا جُدا ہونے کی صُورت میں ان کے کیا نتائج یا

Marfat.com

یا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

نمبر۳:- آیا تزکیے کے بغیر کوئی انسان صاحب کمال ہو سکتا ہے یا ولایت کے مدارج طے کر سکتا ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو ہزاروں مثالیں ایسی ہیں کہ صاحب ولایات و کمالات بزرگوں کے خلفاء اور صاحبزادگان جن کی تربیت بالیقین انہوں نے کی ہوتی ہے۔ ان کا آپس میں نزاع رہتا ہے اور اس ذلیل دنیا کے حصّوں کی خاطر آپس میں برسرپیکار رہتے ہیں۔ اگر دو بھائی ہیں تو ان کے مابین مقاطعہ مکمل ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کے جانی دشمن۔ حضرت عثمان کے قاتل آیا حضرت علی کے مقربین نہیں تھے۔ اور قتل کے بعد بھی وہ مقربین نہیں رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت پاک سے ان کا کیا تزکیہ ہوا؟

حضرت باقی باللہ کے صاحب کمال ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا۔ جن کی صحبت میں حضرت مجدد منور الف ثانی جیسی اولوالعزم ہستی نے فیض حاصل کیا۔ جب آنحضرتؒ نے حضرت امام ربّانی کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اپنے مریدین اور اولاد کو آپؒ کی تربیت میں پیش کر دیا۔ تو آنحضرت کے اکثر خلفاء ناراض ہو گئے اور حضرت امام ربانی کے دشمن ہو گئے حتیٰ کہ خانقاہ عالیہ میں آنا چھوڑ دیا۔ ان کے اس طرز عمل سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کیا ان کا تزکیہ ہوا تھا؟ اگر ان خلفاء صاحبزادگان میں روحانی عوارض بدستور موجود ہوں۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا خلافت سے تزکیے کا کوئی تعلق نہیں۔ اور انہیں مخلوق کی تربیت کا ٹھیکیدار بنانا چہ معنی دارد؟

Marfat.com

کیا ایک شیخ کامل اپنی باطنی توجہ سے اپنے متعلقین کا تزکیہ کر سکتا ہے؟ یا اسمیں مُرید کی اپنی ہمت درکار ہے۔ اگر مرید کی اپنی ہمت ضروری ہے تو پھر ان واقعات کی کیا توجیہہ ہوگی جن میں چوروں کو قطب بنانے کا تذکرہ ہے؟

اگر مُرید کی اپنی ہمت کو دخل نہیں ہے تو پھر محنت و مشقت اور ریاضت کی ضرورت ہی کیا ہے۔

احقر محمد مسعود الحسن اراضی
براستہ ساگری ضلع راولپنڈی

س: تزکیہ کیا چیز ہے؟

حضرت جی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اہم مشن ہے۔ قرآن کریم حضورؐ کا اسے اہم مشن بتا کر یہ بتاتا ہے کہ وہ شخص کامیاب ہوتا ہے۔ جس نے تزکیہ حاصل کیا یہ تزکیہ یادالٰہی اور نماز (فرائض) کی پابندی سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان جسم اور رُوح سے مرکب ہے عالم قدس میں اسکی اڑان کے یہ دو پَر ہیں ان میں جب تک توازن نہ ہوگا انسان قرب الٰہی کی پرواز نہیں کر سکتا۔ رُوح اپنی اصل فطرت میں بالکل صاف تھی مگر مادہ کے اشتراک و اختلاط سے مادی تاثر کی بدولت اس پر ظلمت کے موٹے موٹے پردے چھا گئے جب تک یہ پردے ہٹائے نہ جائیں گے تزکیہ مشکل ہے۔ رُوح پر مادے کے پردے یا برے اوصاف کیا ہیں۔ کفر، بدعت، ریا، تکبر، حسد، بخل، اسراف یہ جملہ رذائل اور

Marfat.com

دُوسرے ان کی چھوٹی چھوٹی جڑیں ہیں۔

رُوح و نفس میں فرق ، صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔ رُوح وہ معنی ہے جس میں جسم کی زندگی قائم ہے۔ اور نفس ، جس سے انسان کے حواسِ خمسہ کا ادراک ہوتا ہے۔ رُوح سے اصل حیات ہے اور نفس سے دیکھنا ، سُننا وغیرہ ہے جس طرح قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سوتے ہوئے انسان کے نفس کو نہیں مارتا۔ یہاں رُوح سونے والے کی ہے ، مگر نفس کے حواس مفقود ہیں۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں رُوح نور ہے جسکی شعاعیں تمام جسم میں منتشر ہیں۔ سوتے وقت رُوح اپنی جگہ پر ہوتی ہے۔ اسکی شعاعیں جسم سے باہر منتشر ہو جاتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں جسم انسانی کی مثال ایک گھر کی ہے۔ رُوح اسمیں ایک چراغ ہے۔ حواس انسان میں روشندان ہیں جس طرح روشندان کے بند ہونے سے روشنی کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی حاسۂ جسم کے مفقود ہونے سے رُوح اپنی جگہ موجود ہے۔ مگر اسکے نور کی روشنی اس حاسہ کے نہ ہونے سے مفقود ہوگی۔

رُوح ۔ نورانی ، آسمانی ، عرشی ، علوی ، ربانی ہے۔ نفس ارضی ، سفلی ، ظلمانی ، شیطانی ہے۔ قلب ان دونوں کے درمیان اگر اس پر رُوحی صفات کا غلبہ ہوا تو اس کا عروج حمیدہ صفات کی وجہ سے رُوحی ہوگا اگر بُری صفات اس پر چھا جائیں تو اس کا نزول بُری صفات کی وجہ سے شیطانی ، ظلمانی ہوگا۔ رُوح کی مثال زمین کی ہے ۔ کبھی رُوح نفس کے پیچھے ہوتی ہے۔ کبھی نفس رُوح کے پیچھے۔ رُوح پیچھے ہو تو اندھیرا ، نفس پیچھے ہو تو روشن۔

Marfat.com

آسمان (قلب) اگر سورج کو اپنے ماتحت کر دے۔ تو زمین کا حجاب نہیں اس لئے دنیا منوّر ہوتی ہے اور دن ہوتا ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے۔ انسانی جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔ گوشت کا اگر وہ ٹھیک ہو تو تمام جسم ٹھیک ہوتا ہے اور وہ دل ہے۔ رُوح، نفس کا باہمی ربط ہے۔ دل کی کوٹھری میں ملکی، شیطانی خیالات وساوس وصول کرنے کے دو ریسیور ہیں اور دونوں بیک وقت کام کرتے ہیں۔ اب اگر خیالات کسی عُمدہ صحبت والے کی صحبت میں بیٹھنے سے یادِ الٰہی سے عمدہ ہیں تو قلب کا دھیان، خیالات وساوس خیر کو قبول کرنے کی طرف زیادہ ہوگا۔ بُری صحبت، یادِ الٰہی سے غفلت کی وجہ سے خیالات بُرے ہوں تو ایسا انسان اپنے کردار میں شیطان ہوتا ہے۔ پیغمبر اُن شیطانی کرداروں سے چھڑاتے ہیں۔ اور ان کے تعبداربھی۔ دل کی صفائی جو "ذکر" یادِ الٰہی، عمدہ صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ تزکیہ کہلاتی ہے۔ نفس کے احساسات میں عمدگی آنے سے صفائی آتی ہے۔ رُوح کو ملاءِ اعلیٰ سے نور کے اکتساب حاصل کرنے میں تیزی بخشتی ہے۔ اس لحاظ سے ان کی صفائی باہمی مربوط ہے۔ قلب کا تزکیہ جو باطن ہے سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ نفس کے تزکیہ سے رُوح کا تزکیہ ہوتا ہے۔

معلوم ہوا یہ الگ الگ چیزیں ہیں۔ قلب جب تک مکمل صاف نہ ہوگا نفس کے احساسات میں صفائی مکمل نہ ہوگی۔ نفس کی صفائی نہ ہو تو رُوح کی صفائی نہ ہوگی۔ اس لئے یہ باہمی مربوط بھی ہیں۔ اور جدا جدا بھی۔ نتائج کا تعلق قلب سے ہے نفس و رُوح پر اسکی صفائی اثر انداز ہوتی ہے۔

تزکیہ کے بغیر کوئی شخص صاحب کمال نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ولایت کے مدارج کا اُسے علم ہے۔ باقی رہا تزکیہ کی تربیت تو انسان اپنے مادی جسم کی اخلاقی کمزوریوں کی کثافت یا غیر کثافت کے تحت ولایت کی تکمیل یا تزکیے کی تکمیل کرتا ہے۔ بزرگوں کے خلفاء، صاحبزادگان اگر حقیقی طور پر تربیت یافتہ ہیں۔ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مثال دی۔ حضرت مجدد اور خواجہ باقی باللہ کے خلفاء کی مثال دی۔ ان کا باہمی تعلق نزاع تزکیہ کی نفی کرتا ہے، غلط ہے۔

حضرات گرامی صحابہ کا باہمی نزاع زیر بحث لانا اور ان کے تزکیئے کو ہدفِ تنقید بنانا ایمان کے منافی ہے اور قرآنی حقائق کا انکار ہے۔ سلئے قرآن فرماتا ہے:۔

"محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی کفار پر سخت ہیں، آپس میں نرم، تو انہیں سجدے میں رکوع کرتے دیکھ سکے گا۔ یہ رکوع و سجود فضلِ الٰہی کی طلب میں وہ کرتے ہیں، ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہوتا ہے۔" (سُورۂ فتح)

ایسے لوگ جو ممتاز ہوں وہ دشمن کے حسد کا شکار ہوتے ہیں۔ انہیں دشمن نیچا کر جلتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصًا ایسے ایمان لانے والوں کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

سورۂ فتح آخری رکوع اس قسم کی پختہ گواہی کے بعد تاریخی خرافات کے

Marfat.com

کے نتیجہ میں ان کے متعلق دشمنوں کی سازشوں پر اعتماد قرآن کا انکار نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری جگہ ان کے متعلق قرآن کریم میں ہے۔

"صحابہ بھلائی کی راہ پر چلنے والے خدا نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت، کفر، فسق، گناہ سے نفرت و کراہت ڈال دی ہے۔"

(سورۂ حجرات ۲۶ رکوع اوّل)

اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، آپ کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے تزکیہ پر گواہی دی اور ہم تاریخی بکواسات کو لیکر ان کے عمل پر فسق والوں کا گمان کریں اور کہیں کہ یہ کیا تزکیہ تھا۔ نعوذ باللہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قاتلین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہونے کی روایات موقعہ کے جائزہ کی بات ہے ―― ہم انمیں کیوں پڑیں۔ قرآن کی شہادت کی موجودگی میں دوسرے خیالات کی طرف جانا ایمان کے منافی ہے۔

انسان خود گندہ ہو تو دوسروں کے عمل کو اپنے پیمانہ میں ناپنے کا عادی ہوتا ہے۔ یہ باطل لوگ تزکیہ والے کے عمل کو اپنی بداعمالی کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ جو ایسا دنیا چھپانے کے لئے کرتے ہیں۔

خلفاء و صاحبزادگان کے جھگڑے کا بھی اچھا پہلو یہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ متعلقین کو اپنے عمدہ و بہتر تزکیے کی خدمات کی دعوت

Marfat.com

دیتے ہیں، دنیا کے لئے ان کے اختلافات نہیں ہوتے۔ ہمارا ضمیر اس قسم کے اختلافات کو متعلقین کے لئے اور خود خلفاء و صاحبزادگان کیلئے نیک فال سمجھتا ہے۔ کیونکہ اختلاف میں انسان اپنے عمل میں محتاط رہتا ہے۔ یہی احتیاط آگے جاکر خواہ دکھلاوے کا ہی کیوں نہ ہو، خلوص و محبت کی دہلیز تک پہنچا دیتا ہے۔ اور ایسا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے۔ مخلوق کی تربیت کی ٹھیکداری وہ کسی پر مسلط نہیں کرتے۔ ان حضرات کا تعلق تو ان حضرات سے ہے جو ان کے مرشد یا والدِ محترم کے عقیدتمند ہوتے ہیں۔ ٹھیکداری کا اذنِ عام کہیں بھی نہیں۔ باقی رہا کہ اختلافِ باہمی میں روحانی عوارض ہی کارفرما ہوتے ہیں غلط ہے۔ بسا اوقات مقدر کا قہر ہوتا ہے جو کسی بہتری کے لئے بوجہ مخفی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد اپنے مکتوب ۴ دفتر اول حصہ دوم صہ۴ میں فرماتے ہیں۔ نفس ہر چند تزکیہ سے مطمئن ہوجاتا ہے۔

ہر چند کہ مطمئنہ گردد
ہرگز ز اوصاف خود نہ گردد

اپنے اوصاف سے بھی باز نہیں آتا۔ اس لئے اجتہادی خطا کو اس تزکیے میں دخل ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ نفس کی صفات کا انسان میں تزکیے کے باوجود اور اطمینان کے باوجود رہنے کے بہت سے فائدے ہیں۔ چونکہ کلی طور پر اگر صفات کا مظاہرہ ممنوع ہوجائے تو ترقی کی راہ مسدود ہوجاتی ہے۔ اس صورت میں روحی صفات فرشتوں جیسی ہوکر وہ

Marfat.com

اپنے مقام میں بند رہ جائے گی، کیوں کہ ترقی کا حاصل ہونا نفس کی مخالفت کے باعث ہے، اگر نفس میں مخالفت نہ رہی تو ترقی کیسے ہو گی۔

سرور کائنات ﷺ جب کفار کے جہاد سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْأَصْغَرِ اِلٰی جِهَادِ الْاَكْبَرِ

(ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں)

نفس کے جہاد کو جہاد اکبر فرمایا، اور نفس کی مخالفت اس مقام میں عزیمت واولی کے ترک سے ہے، بلکہ اس ارادہ کے ترک کرنے سے ہے جو ترک عزیمت سے ثابت ہونے سے بھی متصور نہیں ہے اور اسی ارادے سے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر ندامت، پشیمانی، التجا اور عاجزی حاصل ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں حاصل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اعتراض انقطاع کا پس منظر

تزکیۂ رُوح و معرفتِ الٰہی کی اہمیت

ہر جان رکھنے والی مخلوق مادہ (جسم) اور رُوح سے مرکب ہے اور آج کل کی سائنسی تحقیقات کی رُو سے ہر چیز میں اسکی تخلیق وجود کے تقاضے کے تحت رُوح ودیعت کی گئی ہے ——— قرآن میں بھی ہے ——— ہر ایک چیز کو خلق کی نعمت سے نواز کر پھر اُسے شعور بخشا۔ ۱۶، ۲، ۵۰ اس شعور کو رُوحی تقاضا ہی کہا جائے گا ——— دُوسری جگہ فرمایا ——— اللہ تعالےٰ وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کو خاص مادی شکل بخشی اور پھر اسے تعین کے مطابق شعور وادراک رُوح بخشی۔ ۳۰-۱-۲، ۲ رُوحی اقدار میں امتیازی قدر بنی نوع انسان کو بخشی ——— میں انسان کو مٹی سے پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ ۲۲ ——— ۲ ——— ۱۷ - جب انسان کی تخلیق عناصر اربعہ سے ہوئی اور یہ تخلیق تکمیل کو پہنچی جیسا کہ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ جب میں نے اسکے

Marfat.com

خلق کو مکمل کیا ——— تو نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ
——— پھر میں نے اسمیں رُوح پھونکی ۔ ۲۲ – ۲ – ۷۲ ۔

رُوح کو قدرت نے اپنی طرف مضاف ــ منسوب ــ فرماکر انسان کی رُوح کی عظمت کے انداز ے ——— قدر ——— کی طرف اشارہ فرمایا ——— یہی وہ اندازہ تھا ——— عظمت و قدر تھی جس کے تحت فرشتوں کو اس رُوح کی عظمت کے آگے سجدہ ریز ہوجانے کا حکم دیا ——— اس تمام قصّہ تخلیق کے پس منظر سے حدیثِ قدسی پردہ اٹھاتی ہے ——— میں ذاتِ خداوندی ایک خفیہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ مخلوق کو پیدا کردں جو میری ذات کی معرفت کا سبب ہے یہی وجہ ہے کہ جُملہ مخلوقات ذاتِ خداوندی جیسے مخفی خزانے کی طرف رہنمائی کرتی ہے

برگِ درختاں گُل سبزہ زار
ہرورقے دفتر الیست معرفت کردگار

لیکن اس مخفی خزانہ ——— ذاتِ حق باری تعالےٰ ——— کی طرف رہنمائی کی کشادہ سڑک بنی نوع انسان ہے جو ٹھیک منزلِ مقصود تک خود بھی پہنچتی ہے اور دُوسروں کی رہنمائی بھی کرتی ہے ۔

مگراس کے لئے شرطِ اوّلین یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو پہلے پہچان لے تب وہ ربّ کو پہچان سکے گی ، معرفت ذات و نفس کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے خود آگاہ لوگ انسانیت کی خود آگاہی کی رہنمائی کے لئے بھیجے تاکہ وہ اپنی آگاہی سے ربّ کی آگاہی حاصل کرسکیں اور مِنْ رُّوْحِیْ

—— میری رُوح —— کے جوڑ سے کماحقہٗ مشرف ہوسکیں ——
یہ افراد جو ایک طرف خلق کے جُملہ تقاضوں سے معمور تھے تو دُوسری طرف مِنْ رُّوحِیْ کی نعمتوں سے مالا مال وکماحقہٗ سرفراز تھے۔ یہی سنگم تھا۔ جسکی بناپر وہ رہنما بنے جن لوگوں کو قدرت نے مِنْ رُّوحِیْ کی نعمتوں سے بھر پور نوازا تھا انہوں نے اُن افراد کی دعوت پر لبّیک کہہ کر معرفت نفس کی تکمیل پر معرفتِ الٰہی سے حصّہ وافر حاصل کیا۔ لیکن جن لوگوں کے نصیبہ میں یہ نعمت نہ تھی وہ شیطان کی اس طلب میں جس میں وہ آدم علیہ السلام کی مِنْ رُّوحِیْ کی نسبت سے جل اُٹھا تھا اور اللہ تعالیٰ سے اسی حسد میں کہا تھا —— یہ شخص (آدم) اے خدا جس کو تو نے مجھ (شیطان) پر عظمت دی اور فضیلت بخشی۔ مجھے مہلت دے کہ میں اسے اپنے قابو میں کرلوں —— کی تصدیق کا سبب بنے وہ اسکی تبعداری —— معرفت نفس کے حصُول ومعرفت رب کے تقاضوں سے غافل رہے —— آدم —— وابلیس کی یہ کشمکش چلتی رہی تاآنکہ —— حضُور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گلشن انسانیت کا وہ پھُول جو بزم ہستی کی رونق تھے ظہور پذیر ہوئے ——
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا میں ان کے اہم مناصب میں سے ایک منصب تزکیہ تھا۔ اس عملِ تزکیہ میں حضور کہاں تک اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے اس کیلئے کسی لمبی چوڑی جد وجہد کی ضرورت نہیں ——
قرآن کریم کی گواہی کافی ہے اور یہی سرٹیفکیٹ زیادہ ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح ارشاد ہے —— لیکن اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کے دلوں

Marfat.com

میں محبت ایمانی اور اسکی زینت وخوبصورتی رکھدی ہے اور ان کے دلوں میں کفر، فسوق، عصیان سے نفرت بھردی۔ یہ صحابہ رشد و ہدایت والے ہیں۔
(سورۂ حجرات رکوع ۱ پ ۲۶)

اس گواہی کے ہوتے ہوئے ہم حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام محفوظیت و عصمت سے صرفِ نظر کریں تو اپنے اندھے پن پر بجز رونے کے اور کیا کرسکتے ہیں۔ تزکیئے کے اس عمل کی وجہ سے قرآن دوسری جگہ رضائے الٰہی کے سرٹیفکیٹ سے انہیں نوازتے ہوئے فرماتا ہے ؛ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

تزکیئے کا طریق

ہر پیغمبر ملاءِ اعلیٰ سے روحی جوڑ میں دو طرح کا حامل ہوتا ہے ایک اسکی ذاتی تعلق کی کیفیت جو اسکی اپنے رب سے ہوتی ہے۔ دوسری اسکی نبوت کی کیفیت جس کے ذریعے وہ داعی الی اللہ ہوتا ہے ان دو حیثیتوں کے تحت ہمارے آقائے کل نے تزکیہ صحابہ میں اپنے انوار کے ذریعے ان کو تزکیہ سے نوازا۔
ذاتی تعلق باللہ میں انہیں کمال ولایت حاصل ہوتا ہے جس میں انوار کے جذبے کو زیادہ دخل ہوتا ہے اور اسمیں ایک گونہ سکر کی کیفیت بھی

Marfat.com

ہوتی ہے اور نبوت کی حیثیت سے انہیں کمالِ نبوت حاصل ہوتا ہے جس میں
صحو، رشد، رہنمائی ہوشیاری کو زیادہ دخل ہوتا ہے اور تعلق باللہ کی
اس دعوت میں وہ عبدیت کے پورے مظاہرہ میں ہوتے ہیں۔
جبکہ کمالِ ولایت میں عبدیت ذہول ہو کر تعلق باللہ کی اس ذاتی کیف
میں وہ تصرفات میں خود نہیں ہوتے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قرب ولایت والی حیثیت

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث سے جو مسلم شریف میں روایت ہے
جسے مشکوٰۃ شریف کی کتاب الایمان کے فصل ثالث میں بیان کیا ہے۔
کہ حضور صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے کہ اچانک باطنی داعیہ
کے تحت اٹھے۔ ہم نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ حضور کا پتہ نہ چلا۔
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں، میں اور اسی طرح دوسرے صحابہ
خاص طور پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضورؐ کی تلاش میں
نکلے مجھے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان کا ڈر تھا اس
لئے سب سے اوّل تنہا آپ کی تلاش میں نکل گیا یہاں تک کہ
میں انصار کے ایک باغ جو کہ بنی نجار قبیلے کا تھا کی دیوار کے
ارد گرد گھوما کہ کوئی راستہ پاؤں۔ یہاں تک کہ ایک نالی جو
باغ کو جاتی تھی میں اپنے آپ کو سمیٹ کر اسکے اندر داخل

Marfat.com

ہوا تو حضورؐ نے بطریق تعجب پوچھا۔ اچھا ابوہریرہ تو ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا میں ہوں حضورؐ تو آپؐ نے فرمایا تو کیوں آیا ——— حضرت ابوہریرہ نے حضورؐ کو تمام واقعہ سنایا اپنے باغ میں داخل ہونے کی کیفیت بتائی اور صحابہ کی تشویش کا بھی ذکر کیا کہ وہ بھی پیچھے آرہے ہیں۔"

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جذب قرب میں حضرت ابوہریرہ کو اپنے جوتے مبارک عطا فرماتے ہوئے فرماتے ہیں جو بھی اس دیوار کے پیچھے تم کو ملے جو اللہ کی وحدانیت پر صدقِ دل سے یقین رکھتا ہو اُسے جنت کی بشارت دے دے۔

یہ حدیث مبارکہ گو دیگر بہت سے فوائد اپنے اندر رکھتی ہے مگر اس وقت ہم اس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب والے ذاتی کیف پر استشہاد کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ آپ کی سیرت میں جہاں انوار و کمالات بھی ہیں جن میں جذبہ زیادہ دخیل ہوتا ہے۔ عبدیت سے اس وقت ذہول ہوتا ہے ——— اس لئے تمام صحابہ نے حضورؐ کے ہر دو کمالات ولایت و نبوت سے اپنے ظرف کے لحاظ سے فیض حاصل کر کے حضورؐ کے مخصوص انوار کو جذب کیا۔

سلاسل کی نسبت حضرت ابوبکرؓ و حضرت علیؓ سے کیوں؟

جیسا کہ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی جس طرح کمالات

Marfat.com

رسالت و نبوت کی حامل تھی اسی طرح کمالات ولایت کی بھی تھی۔ صحابہ کرام نے حضور کی صحبت میں حضور کے انوار نبوت و انوار ولایت جذب فرما کر اپنے دلوں کو صیقل کر کے حضور سے انہوں نے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ
—— میرے صحابہ نجوم ہدایت ہیں ، کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

مگر انوار کے جذب میں جن دو ہستیوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اپنے ظرف نصیبہ میں حضور کے کمالاتِ نبوت سے حصہ وافر ملا اسکی اہم دلیل حضور کا فرمان ہے :

مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّاصَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبُوْبَکْر۔	اللہ تعالیٰ نے جو نور میرے سینہ میں بہایا ہے وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں بہا دیا ہے۔

شق صدر نبوی کے وقت الفاظ حدیث میں اَدْخَلَ الرَّاْفَۃَ وَالرَّحْمَۃَ " حضور کے سینہ اقدس میں سینہ چیر کر رحمت و شفقت بھر دی۔ (الوفا ۱۱۲)

قرآن حکیم آپ کو رحمتِ عالم بتاتا ہے اسی طرح بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ آپ شفیق و رحیم ہیں۔ آپ کے سینہ کی رحمت و شفقت جو رسالت و نبوت کے انوار کی حامل ہے۔

وہ آپ نے ابوبکر صدیق کے سینہ میں ڈال دی۔ اب اس حدیث کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث بھی ملا دیں تو

Marfat.com

اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ ——— میری اُمّت میں رحیم ترین اُمّت کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ رسالت و نبوّت کے انوار کا مخصوص حصّہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے سینے میں ہے ۔ اس لئے حضرت صدیق اکبر کمالاتِ نبوّت کے انوار کو اُمّت تک پہنچانے میں امتیاز کے حامل ہونے چاہئیں ۔ جن سے صدیقی نسبت جو کمالاتِ رسالت و نبوت کے انوار کی حامل ہے ۔ سلسلہ نقشبندی نے رواج پایا ——— جسکو سابق صوفیاء ملامتیہ ، صدیقیہ کہتے تھے یہ نام حضرت یوسف ہمدانی سے اُوپر تک تھا ۔ حضرت یوسف ہمدانی سے شاہِ نقشبند تک اس کا نام سلسلہ خواجگان تھا ۔ شاہ نقشبند سے نقشبندیہ مشہور ہوا ۔ بعد میں حضرت مجدّد علیہ الرحمہ کی تجدید سلوک سے نقشبندیہ مجدّدیہ کہلایا جو آج کل اس نام سے مشہور ہے ۔

حضور ﷺ کے کمالاتِ ولایت کے انوار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ و انوار کا وافر حصّہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصّہ میں اپنے فطرتی تقاضوں کے تحت آیا ۔ اس دلیل کے تحت مندرجہ ذیل حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ——— میں ولایت و معرفت کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں ———

Marfat.com

چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب ۱۲۲ صفحہ نمبر ۱۴۴ دفتر سوئم حصّہ نہم میں فرماتے ہیں :-

وہ راستہ جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام قطب، اوتاد، ابدال، نجبار عام اولیار جس راستہ سے واصل باللہ ہوتے ہیں اُن سب کے شہسوار اور منبع فیض حضرت علی ہیں یہ عظیم الشان منصب آپ سے متعلق ہے۔

اس مقام میں حضورؐ کے ہر دو پاؤں مبارک حضرت علی کے سر مبارک پر ہیں ——— گویا آپ کے کمالاتِ ولایت کے انوار کا وافر حصّہ حضرت علی کے ہاں نمایاں و امتیازی شان سے ہونے کی وجہ سے آپ بھی سلاسل طریق سلوک کا ملجا و ماویٰ ہوئے۔ یہ ایسے امتیازات تھے جن کی وجہ سے رُوحانی سلاسل کا تعلق ان ہر دو اکابر سے ہوا۔

فیض کا ایک دُوسرا غائبانہ طریق

رُوح کو قدرت نے جذب و تمثل کی قوت سے نوازا۔ مجنوں کی رُوح نے لیلیٰ کا ایسا جذب کیا تھا کہ وہ خود کو اَنَا لَیْلیٰ ——— میں لیلیٰ ہوں کہتا تھا۔

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں :

"حضوری گرہمی ازو غائب مشو حافظ"

رُوح جب کسی شخصیت کے حضور میں دلچسپی لے لے تو وہ گو غائب ہوتی ہے مگر رُوح اپنے حضور میں اس سے جذب کا ایک ایسا رابطہ رکھتی ہے کہ غائبانہ بھی رُوح اپنے جذب حضور کی بدولت فیض حاصل کرتی ہے۔ نجاشی نے حضور کو نہیں دیکھا تھا، مگر جذب رُوح میں اسکی کیفیت حضور سے کچھ ایسی تھی کہ جب وہ وفات پاتا ہے تو جبرئیل اس پہ جنازہ کا حکم دیتے ہیں۔ حضور بقیع کو نکل کر اسکی میت پر جو ارض حبشہ میں تھی تکبیرات جنازہ پڑھتے ہیں۔ منافق جو رُوحی اقدار سے واقف نہیں تھے انہوں نے اعتراض کیا کہ حضور کو دیکھو کہ علج نصرانی حبشی جسے زندگی بھر نہیں دیکھا تھا اور جو اسکے دین پر بھی نہیں تھا اس پہ نماز جنازہ کرا رہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

"اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ"

(رُوح البیان ج ۲ ص۱۵۵)ـــــــ یہ تھا رُوحی جذب کا فیض۔

مزید ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اویس قرنی نے جو تابعین کے سردار ہیں۔ حضور کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ امام شعرانی طبقات میں فرماتے ہیں کہ آپ ماں کی خدمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں نہ آسکے ـــــــ مگر رُوحی جوڑ ایسا تھا کہ آپ سے منقول ہے جیسا کہ حضرت شعرانی فرماتے ہیں میں نے بعض مؤلفات میں پڑھا ہے وہ فرماتے ہیں حضور کے ساتھ احد میں شریک

Marfat.com

تھا آپ کے دانت مبارک شہید ہوئے میرے بھی شہید ہوئے۔ آپ کا چہرہ انور زخمی ہوا میرا بھی ہوا۔ آپ کی پیٹھ پر بوجھ آیا مجھے بھی آیا۔ یہ محض رُوحی جذب سے آپ نے فرمایا ورنہ تو آپ کی ملاقات حضور سے نہیں تھی۔

(طبقات کبرٰے ج ۱ صفحہ ۲۴)

رُوحی جذب کے تحت آپ ایک شخص کو جس نے آپ سے صحبت کی تمنا کی تھی۔ فرماتے ہیں آج کے بعد تو مجھے نہیں دیکھے گا اس لئے کہ میرے غم بہت ہیں۔ ہاں میں تجھے نہیں بھولوں گا اگرچہ ہم ایکدوسرے کو نہ دیکھیں گے ان الفاظ میں اُن کے رُوحی جذب کی کیفیت پوشیدہ کہ غائب بھی ایسی نسبت والے کے ہاں حاضر ہوتا ہے ——— اس قسم کے رُوحی جذب والا شخص غائب کسی ہستی سے جو رُوحی ہو، رُوحی فیض حاصل کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ روحی دنیا میں غائبانہ اسی نسبت کو اویسی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے۔

جس انقطاع کا طعنہ ہمارے نقشبندی نسبت میں دیا جاتا ہے۔ ان میں چند ایسی رُوحوں کا اکتساب فیض رُوحانی اکابر سے ہے۔ جس طرح یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نجاشی، اویس قرنی کو حاصل ہوا۔ اسی طرح ان کو بھی ان اکابر سے حاصل ہوا۔

مگر مقولہ مشہور ہے کہ لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ ہماری اس نسبت کا علم نہ رکھتے ہوئے ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ نسبت کا انقطاع ہے ——— ان بدبختان رُوح سے کوئی پوچھے حضور آپ نے بی بی

Marfat.com

کے جراثیم اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں یا ڈاکٹروں کے کہنے پر اعتماد ہے یقیناً وہ ڈاکٹروں کے کہنے پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی جان ٹی۔بی کے مریض سے بچاتے ہیں۔ ان کے ایمان کی یہ حالت ہے کہ جراثیم کے دیکھے بغیر یقین کامل و ڈاکٹر کے علم پر اعتماد سے انہیں حاصل ہو گیا۔ مگر کوئی روحی فاضل انہیں بتائے کہ جراثیم پر ایمان لانے والو روح کی سرایت جراثیم سے زیادہ تیز ہے بے ایمان مت بنو اور نہ اس فیض کے منکر بنو۔ جس طرح ٹی۔بی کے مرض کا فیضِ مرض جسم میں سرایت کر سکتا ہے تو دوسری روح کی صفات کا فیض بھی روح میں سرایت کر سکتا ہے۔

انقطاعِ صحبت کے طعنے کا پس منظر

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تعلیمات و ذمہ داری ہیں: تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب، تعلیمِ حکمت، تعلیم تزکیہ تھا۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریوں کو اپنانے کے ساتھ ساتھ ترویج دینِ نبوی کے لئے اپنی توانائیوں کو بروئے کار لا کر ہم تک دینِ رسول پہنچایا اس لحاظ سے امت میں حضورؐ کی ان ذمہ داریوں کو نبھانے والے مجموعی یا انفرادی طور پر ایسے افراد کا وجود لازمی ہے۔ حضور کے زمانہ میں عرب تہذیب کے تقاضوں کے تحت قرآن کریم نازل ہوا۔ اس کے کلام

Marfat.com

ہونے میں شک کرنے والوں کو چیلنج پہ چیلنج دیئے جاتے تھے کہ اس کلام الٰہی کے مانند اپنی زباندانی عربیت پر ناز کرنے والو، مقابلہ میں ایک آیت لاؤ۔ ایسی کشمکش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سختی سے اپنی احادیث مبارکہ کی تحریر کی ممانعت کی تھی گو احادیث مبارکہ نبویہ بھی وحی غیر متلو تھی۔

مگر اس عدم تحریر میں، ایک تو حضور کی احادیث مبارکہ جوامع الکلم ہونے کی وجہ سے عرب کے زباندان اس قسم کے کلام کے تاثر میں خود بھی عمدہ کلام کے بنانے کے شغل میں لگ جائیں گے۔ دوسرا قرآن و حدیث میں شاید اختلاط ہوجانے کی وجہ سے احادیث و قرآن میں امتیاز نہ رہ سکے۔ اس لئے احادیث نبویہ کی ترتیب کا زمانہ نبوت میں اہتمام نہ تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کلام اللہ کے جمع کرنے کے عمل سے صحابہ نے فراغت پائی تو پیش آمدہ مسائل حیات میں رہنمائی کے لئے انہیں احادیث نبوی کی ضرورت پڑتی تھی اس لئے ——— اس اہمیت کے تحت احادیث نبویہ کی جمع و تشہیر کا اہتمام کیا جانے لگا۔ ملت کی اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے محدثین کا گروہ ظہور پذیر ہوا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک بات منسوب کرنے والے کے لئے انہوں نے قواعد وضوابط مقرر کئے جن میں سب سے اہم ضابطہ رواۃ کا باہمی تسلسل زمانی و صحبت جسمانی کا ہونا تھا۔ اس ذہن کے تحت محدثین کسی حدیث کے رد و قبول میں عملدرآمد کیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے ان حضرات کا دین کی خدمت میں اہم مقام تھا۔ ملکہ محدثین بقول غالب مرحوم۔

شعر بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

عام طور پر اپنے متعلق کہا کرتے تھے۔

ے اَھلُ الحَدِیثِ ھُم اَصحَابُ النَّبِیّ
اِن لَّم یَصحَبُوا نَفسَہٗ اَنفَاسَہٗ صَحِبُوا

اہلِ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اگرچہ انہیں حضورؐ کی صحبت جسمانی میسّر نہیں لیکن حضورؐ کے میٹھے بول اور پُرتاثیر کلام کی صحبت تو ان کو حاصل ہے۔ اس ذہن کے تحت، ادراقت کی اہم خدمت کے تحت یہ لوگ ملّت کا مایۂ ناز گروہ تھا۔ جنکی حرمت میں کلام کوئی ——— بصیرت کا اندھا ہی کر سکے گا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ دین کے دوسرے گروہوں سے اپنے آپ کو افضل سمجھنے والا ذہن رکھتے تھے۔

دوسرا گروہ فقہاء

ملّت میں محدثین کے بعد جس گروہ کو اہمیت حاصل رہی وہ فقہاء کا گروہ تھا یہ گروہ احادیثِ نبویہ سے اپنی ذہنی باریکیوں سے جو استنباط فرماتے وہ سُننے والوں کو ششدر بنا دیتا۔ یہ گروہ بھی اپنی ذہانت تفقہ، سمجھ، کے تحت دینی خدمت میں محدثین سے بھی زیادہ اپنے متعلق ذہنی برتری کا حامل تھا۔ اس گروہ میں تلمذ حصولِ فیض کے لئے تسلسل زمانی صحبت جسمانی لازمی تھی اسلئے ان کے ہاں بھی یہی ذہن کارفرما ہوتا تھا کہ فقیہ کی فقہ کے پس منظر میں کس استاد کی شفقت و تلمذ کارفرما ہے۔ یہ گروہ بھی ———

Marfat.com

رُبَّ سَامِعٍ اَوْعٰی وَرُبَّ جَاهِلٍ فِقْهٍ اَفْقَهُ سَامِعِهٖ۔

بسا اوقات کسی بات کے سننے والا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کو سننے والا سنانے والے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ کے تحت محدثین سے اپنے تفقہ کی بنا پر ایک قدم آگے ہونے کا ذہن رکھتا ہے۔

تیسرا گروہ تزکیئے والا

خیر القرون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہار ذمہ داریوں کو اپنانے والوں کی کثرت تھی، ہر صحابی، ہر تابعی، تلاوت آیات کا شغل، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت و تزکیئے کے عمل سے سرشار تھا۔ مگر تبع تابعین کے دور میں کچھ تو اپنی طبعی افتاد اور کچھ وقت کی نامساعدت کے تحت نبوت کی ان چار ذمہ داریوں جیسا کہ ذکر کیا، انفرادی طور پر امت کے ممتاز افراد نے اپنا لیا۔ تو اس صورت میں نبوت سے نسبت میں حضور سے تعلق میں ہر گروہ باہمی رقابت بہتری کا شکار ہو کر اپنی ذمہ داری ہی کو اصل سمجھ کر دوسروں کے عمل ذمہ داری سے نہ صرف نظر کرتا بلکہ تنقیص بھی بعض اوقات کر بیٹھا۔

بلکہ متفرق گروہ کے علاوہ خود ایک گروہ باہمی اساتذہ کے اختلاف میں طعن و تشنیع کا شکار ہوتا، احادیث کے اساتذہ ایک دوسرے کی عدالت

Marfat.com

پر بحث کرتے۔ اسی طرح فقہا بھی ایکدوسرے کے نکتہ نظر میں نقص نکالنے کے درپے ہو جاتے۔ چنانچہ ایسے ماحول میں صرف تزکیہ والا ہی گروہ ایسا ممتاز تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم احسان کا عملی پیرو کار تھا۔ اس گروہ کو ان کے اس امتیازی وصف کی بدولت معاشرہ میں ملت میں وقار حاصل رہتا۔ اس لیئے دین کی خدمت کرنے والے گروہ جو اپنی ذہنی برتری کے طفیل انہیں خاطر میں نہ لاتے ہوئے انہیں حدیث وفقہ سے عاری سمجھ کر ان کی ظاہری حالت جو حدیث وفقہ کے شغل سے جو ان جیسی نہ ہو۔ نہ دیکھتے ان کے باطن سے غافل انہیں طعن دینے کی فکر میں ہوتے۔ یہی وہ بنیادی سبب ہے جسکی بنا پر ——— ان لوگوں نے ——— اپنی تعلیم وتعلم وحصول میں جسمانی صحبت، تسلسل زمانی ذہن کے تحت ان پر صحبت جسمانی ——— تسلسل زمانی کے انقطاع کے الزام میں ان کے فیض علوم معارف کو جتنا بے اثر بنانے کی کوشش کی اتنا ہی ان کے فیوضات و برکات گرم کیک کی طرح ہاتھوں ہاتھ لئے جانے لگے اور پھیلنے لگے

اس گروہ سے محدثین وفقہاء کی آویزش

چند مثالوں کے بعد ——— ان کے طرق ومقبولیت کے تحت انقطاع لنسبت کے لئے صحبت جسمانی وتسلسل زمانی کا طعن بیان کیا جائے گا امام شعرانی طبقات الکبرٰی ج ۱ صہ۲ میں فرماتے ہیں امام قشیری فرماتے ہیں کہ اسلام کی مدت میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا کہ صوفیائے کرام کا کوئی بزرگ اسمیں موجود

Marfat.com

نہ ہو اور اس کے آگے وقت کے فضلاء و علماء ادب سے نہ بیٹھے ہوں۔ امام شافعیؒ کی موجودگی میں امام احمد بن حنبلؒ نے شیبان راعی سے پوچھا کہ جس شخص سے نماز قضا ہو گئی اور اُسے یاد بھی نہ ہو کہ وہ کون سی نماز ہے تو اس کے لئے کیا حکم ہے شیبان راعی نے فرمایا یہ ایسا شخص ہے جس کا دِل اللہ سے غافل ہے۔

اُسے ادب سکھانا چاہیئے امام احمد یہ جواب سُنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ اسی طرح ابو عمران نامی فقیہ تھے جو جامع منصورہ میں حلقہ قائم کرتے تھے۔ لوگ شبلی کے حلقہ میں زیادہ جاتے اور ان کا حلقہ معطل رہتا جناب ابو عمران نے ایک دِن شبلی کی تنقیص کی خاطر حیض کے مسئلے پر ایک سوال کیا تو آپ نے علماء کے اختلافات اور ان کے اقوال تقریباً تیرہ کے قریب بتلائے۔ جس پر ابو عمران نے بے قراری میں اٹھ کر حضرت شبلی کے سر پر بوسہ دیا اور فرمایا مجھے تو صرف تین قول یاد تھے۔ باقی دس اقوال کا آپ سے فائدہ حاصل ہوا۔

(طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۲)

بلکہ اور چھوڑیے فقہاء تو مرشد پکڑنا ہدایت کے لئے کفر بتاتے ہیں۔

ملاحظہ ہو (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۵۴)

" مَنِ اتَّخَذَ شَیْخًا لِلْھِدَایَۃِ فَھُوَ ضَالٌ "

" جو ہدایت کے لئے کوئی پیر پکڑے وہ گمراہ ہے "

بتایئے اس سے زیادہ اور کیا زیادتی ہوگی جو لوگ پیر پکڑنا کفر سمجھیں وہ اگر صوفیاء پر انقطاعِ نسبت کا الزام لگائیں تو تعجب کی بات نہ ہوگی۔

صوفیاء کی مقبولیت :۔ کے وجوہ میں جو چیز اہم ہے۔ وہ نیّت کا

Marfat.com

خلوص ہے ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کو ان لوگوں نے پلے باندھا ہوتا ہے ۔ اور یہی چیز خلوص عمل کا باعث ہوتی ہے ۔ صوفیاء و سلف صالحین کا وطیرہ و طریق یہ ہوتا تھا کہ وہ حسن نیت کا اہتمام کرتے تھے ۔ ان کا فرمان و تعلیم یہی ہوتی ہے ۔ جس طرح داؤد طائی فرماتے ہیں جس شخص نے اہم ترین غم تقوی و قبولیت الہی اختیار کیا تو اگرچہ اس کا پورا بدن دنیاوی اعمال میں مصروف ہو مگر یہ چیز کسی نہ کسی وقت اُسے صالح اعمال کی طرف پھیر دے گی ۔ مگر جاہل باللہ اور نیت کے فتور والا اگر تمام جسم سے اعمال صالح میں لگا رہے ، تو بھی اُسے فتور نیت دنیا کی طرف و غفلت خداوندی کی طرف پھیر دے گا ۔

مشہور حدیث ہے :

"نِیَّۃُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِہٖ"

اس کے ضمن میں صاحب قوت القلوب ج ۱ صفحہ ۱۵۹ نے دس وجوہ بیان فرمائی ہیں :

نمبر ۱ : نیت چھپی ہوئی چیز ہے چھپے ہوئے عمل کی جزاء دوگنا ہوتی ہے ۔ اس لئے نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے ۔

نمبر ۲ : نیت چونکہ چھپی ہونے کی وجہ سے خدا کے لئے ہوتی ہے اور عمل میں دکھلاوا بھی ہو سکتا ہے ۔ عبدالرحیم بن یحییٰ اسواد اس حدیث کے معنی میں فرماتے ہیں کہ اخلاص عمل ، عمل سے بہتر ہے گویا نیت ان کے نزدیک محض اخلاص ہے دوسرے لوگوں کے نزدیک حالت کی سچائی کا نام ہے

Marfat.com

جو ظاہر و باطن میں برابر ہو۔ حضرت جنید رحؒ نے اخلاص و صدق میں ایک لطیف معنی بیان کرکے تشریح نہیں فرمائی۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے عمل کی شہادت دینا اور خود عمل نہ کرنا یہ اخلاص کی شہادت ہے اور خود عمل کرنا یہ اخلاص کی شہادت ہے اور خود عمل کرنا یہ صدق حال ہے بعض لوگ اس حدیث سے یہ مراد لیتے ہیں کہ مومن کی نیت دائمی اور متصل ہوتی ہے جبکہ عمل منقطع ہوتا ہے۔ صوفیاء کے ہاں نیت و خلوص کے اہتمام نے انہیں دیگر دینی گروہوں سے ممتاز بنا دیا ہوتا ہے۔ یہ لوگ کسی ڈر تہمت بری شہرت کے خوف سے اپنے عمل کے کرنے نہ کرنے میں بے نیاز ہوتے ہیں۔

حماد بن سلیمان کوفہ کے مشہور اہل علم تھے، فوت ہو گئے تو سفیان ثوری ان کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے، لوگ پوچھتے تو آپ صاف بتاتے ہیں کہ میری نیت کا فتور مانع رہا۔ اسی طرح حسن بصری رحؒ کے فوت ہونے پر ابن سیرین مشہور خوابوں کی تعبیر کے عالم ان کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے محض خلوص نیت کے فقدان سے بعض اولیاء، جو گھروں میں پابند ہوتے ہیں یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر فضائل اعمال جمعہ، جماعات کی پرواہ کیے بغیر رہتے ہیں۔ تو اسمیں بھی اس نیت کو دخل ہوتا ہے کہ ایک گناہ سے بچنا ستر طاعات کے اعمال سے بہتر ہوتا ہے اسلئے نوافل و فضائل کو یہ لوگ محض گناہ کے ارتکاب سے چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر جاہل لوگ لیسے فضائل کی شمولیت میں معمولی سے گناہوں کی پرواہ نہیں کرتے جن میں اللہ تعالیٰ سے دوری

Marfat.com

ہوتی ہے۔ کہتے ہیں داؤد محبرؒ نے کتاب العمل تصنیف فرمائی تو احمد بن حنبلؒ نے اُن سے طلب کی دیکھ کر واپس کر دی جب داؤد محبرؒ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ اسمیں حدیثوں کی اسناد ضعیف ہیں کہ اس پر حضرت داؤد نے کہا میں نے سندوں کے لئے یہ تصنیف نہیں کی عمل کے لئے کی ہے تو عمل کی عینک سے اسے دیکھ، حضرت امام حنبل نے دوبارہ اُن سے لی۔ تو کچھ ان کے پاس پڑی رہی حتیٰ کہ داؤد محبرؒ کے مطالبہ پر واپس کرتے ہوئے فرمایا: جزاک اللہ! میں نے اس کتاب سے بہت نفع حاصل کیا یہ سب کچھ اچھی نیت سے تھا ——— مقرب حضرات کا طریق یہ ہے کہ نیتوں سے مقاصد کے احکام بدل جاتے ہیں جو بعید ترین ہوتا ہے وہ عمدہ و قریب ترین بن جاتا ہے۔

(قوت القلوب ج ۲ صد ۱۵۲)

نیتوں کے اس عمدگی کی بنا پر یہ لوگ مقبول الٰہی ہوتے ہیں اور قبولیت الہٰیت کے تحت معاشرہ میں ان کی اچھی شہرت پر دیگر دینی گروہ ان کو مورد الزام کر کے اپنی وقعت بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں بعض عمدہ فطرت لوگ ان کی عظمت کے آگے ان دینی گروہوں سے گردن نہاد بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً امام شعرانی فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی فضیلت اس گروہ کی قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ حضرت خضر سے فرماتے ہیں کہ میں تیری ——— تابعداری اختیار کروں اور تو مجھے اپنا علم سکھا دے۔

Marfat.com

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ کو ابی حمزہ بغدادی سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتو فرماتے صوفی تم کیا اس مسئلہ میں کہتے ہو۔ اسی طرح جنید کے سلسلہ میں ابن شریح منکر تھے۔ ایک دن شکل بدل کر ان کے حلقہ میں گئے تو واپس آکر اپنے ساتھیوں سے کہا میں جنید کا کلام نہ سمجھ سکا البتہ ان کے کلام کا رعب و دبدبہ کسی باطل شخص کا نہیں۔ اس طرح ابن شریح نے حضرت جنید سے اپنے حلقہ کی برتری پر بحث فرمائی تو دلیل کے مطالبہ میں باہمی یہ شرط ٹھہری کہ حلقہ صوفیار میں بھی پتھر مارا جائے۔ اور علمار میں بھی فضیلت کا پتہ چل جائے گا چنانچہ صوفیار کے حلقہ میں پتھر پھینکا گیا تو انہوں نے اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا۔ پھر علمار کے حلقہ میں پتھر پھینکا تو انہوں نے شور مچا دیا۔ اس بُرے عمل، فعل حرام کا ارتکاب کس نے کیا جس نے ہمیں مشوش کر دیا۔ ابن شریح دیکھ رہے تھے۔ پھر اُٹھے جُنید کا سر چوما اور آپ کی فضیلت کا اعتراف کیا۔ حضرت جُنید نے فرمایا فضیلت آپ کی ہے کہ ہمارے علم کی بنیاد آپ کا علم ہے۔

حضرت شریح نے کہا لیکن فضیلت آپ کی ہے کہ آپ کا معاملہ اللہ سے اچھا ہے۔ امام شعرانی نے لطائف المنن ج ا صفہ ۵۱ پر مکمل بحث فرمائی جو باعث طوالت ہوتی۔ یہ تھی گروہ صوفیار کی فضیلت۔ اس فضیلت کے ہوتے ہوئے جب ان لوگوں کی شہرت ہوئی تو طعن کنندگان نے کہیں عدم صحبت اور کہیں انقطاع نسبت کا طعن دے کر ان اکابر کی تنقیص کی ٹھانی۔ چنانچہ سلاسل کی نسبت دو اصحاب نبوی تک پہنچتی ہے۔ ان دو سلسلوں میں ایک میں حضورؐ کا نور ولایت ہے جس کے حامل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

Marfat.com

اُن سے یہ نسبت حسن بصری کے ذریعہ دینی اکابرین پھیلی جس کے چودہ خانوادے بنتے ہیں۔ اِس تفصیل کے لئے اور حضورؐ کے انوارِ نبوّت کی تفصیل کے لئے فیض کا ذکرِ خیر ملاحظہ فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے انوار

نورِ مجسّم کے انوار کا اگر تجزیہ کیا جائے اور حیاتِ طیّبہ کو سامنے رکھا جائے تو ہمیں آپ کا وجود باجود چار قسم کے انوار کا مجموعہ نظر آتا ہے۔

۱۔ انوارِ کمالاتِ ولایت

۲۔ انوارِ کمالاتِ نبوّت

۳۔ انوارِ محبّیت

۴۔ انوارِ محبوبیت

یہی انوار ہیں جن سے جسمِ اطہر منوّر ہے۔ ان انوار کا تقاضہ تھا کہ آپ ارواحِ جہاں کو ان انوار کے ذریعہ منوّر فرما دیں۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُمّی نبی کو امیّوں کی طرف اس احسان سے بھیجا۔

" وہ ذات جس نے اُمّی لوگوں میں اُن ہی سے رسول بھیجا جو اُن پر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی آیات پڑھتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب کی تعلیم دیتا اور حکمت سکھاتا ہے۔"

(سورۂ جمعہ آیت ۲ ، رکوع ۱)

مندرجہ بالا آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد تزکیۂ روح اور تعلیم حکمت و کتاب ہے۔ جب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ہم آپ کی حیاتِ طیبہ، عمل تزکیہ کا تجسس کرتے ہیں اور اسکی مثالی صورتوں کو تلاش کرتے ہیں۔ تو صحابہ کرام کی شکلوں میں ہم آپکے تزکیہ اور تعلیم و تربیت کے نادر الوجود نمونے نظر آتے ہیں اور جن کی شہادت قرآن کریم دے رہا ہے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اُن کی معیت و صحبت کے فیض یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں قوی اور سخت اور آپس میں انتہائی نرم دل۔ تو انہیں انفرادی زندگی میں رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھے گا۔ ان کے اس عمل میں ریاکاری، حُبِ جاہ وغیرہ باطنی نقص نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ خلوصِ للٰہیت پر مبنی ہوتے ہیں جو محض اللہ کے فضل و رضا کی طلب کے لیے کیے جاتے ہیں۔ اُن کے چہروں پر سجدوں کی نورانیت ہوتی ہے (جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں "جس کی نمازیں رات کو زیادہ ہوں ان کا چہرہ دن میں زیادہ خوبصورت ہوتا ہے)۔"

(سورۂ فتح رکوع ۴ آیت ۲۹)

Marfat.com

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہر دو حالتوں کو قرآن کریم نے بتایا۔
اجتماعی زندگی میں وہ " اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ " کفار کے مقابلہ میں
سخت و قوی - اور اپنوں میں " رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ " آپس میں رحیم "
یہ رحمت حضور کے دل کا وہ انعکاس تھا جو شق صدر کے وقت رحمت و رافت سے
بھر گیا تھا۔ اثر السجود سے ماتھے کا داغ نہ مراد لیا جائے بلکہ چہرے کی نورانیت
جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل تزکیہ سے طبائع میں زبردست تبدیلی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تزکیہ کے لئے قرآن کریم کی مزید شہادت
ملاحظہ فرمائیں۔

" لیکن اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کے دلوں میں محبت ایمانی اور اس کی
زینت و خوبصورتی رکھدی ہے اور ان کے دلوں میں کفر،
فسوق، عصیاں سے نفرت بھر دی ہے۔ یہ لوگ (صحابہ) رشد
و ہدایت والے ہیں۔"

(سورۂ حجرات رکوع ۱ پ ۲۶)

یہ صحابہ کی طبائع کی تبدیلی میں حضور کی تعلیم کا اثر تھا۔

Marfat.com

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہ ہے حضرات صحابہ کرام کا مقام محفوظیت وعصمت۔ فطرت کی ایسی تبدیلی کہیں بھی تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتی۔ بدبخت لوگ ان کے خُدّام کی کیفیت جو کہ قرآن کریم بتاتا ہے وہ عصمت سے قریب تر اور محفوظیت کی مکمل تفسیر ہے۔ اور ان کے باہمی نزاع سے جو لوگ بقول حضرت مجدد اور مظہر جانِ جاناں۔ اپنی بدفطرتی پر قیاس کر کے غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ بھی قرآن کریم کی صداقت سے منحرف ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن ان سب کو بلاتخصیص " رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ " " اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔" کے بلند سرٹیفکیٹ سے نوازتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسکی رضا کا سرٹیفکیٹ ہر اس مسلمان اور حضور کے تابعدار کو مل سکتا ہے جو خشیت رب کی کیفیت سے کما حقہٗ متصف ہو۔ یہ ہیں وہ کمالات نبوت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد بعثت پر شاہد عدل ہیں اور حضور کے انوار کے فیضان اور آپ کے کمالات کے مظہر ہیں جس سے عام طور پر اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر شخص مستفید ہوتا رہا۔ اور زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ تربیت جاری رہی اور آج ہم تک پہنچی۔ ہمیں چاہیئے کہ جس طرح ہم جسمانی تقاضوں کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ رُوح کی ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسکی صفائی کی طرف توجہ دیں۔

○

Marfat.com

مادہ تصوّف کی تحقیق اور اُسکی ابتداء

تصوّف کے سلسلہ میں قدیم و جدید صُوفیا کا اہم موضوع یہ رہا ہے کہ صُوفی کی شہرت اور ان کے اصطلاح کا ماخذ کیا ہے اور سلسلہ بیعت اور اخذِ طریقت کا جواز سُنّت نبوی میں کہاں تک شرح ہے۔ اس بحث سے عہدہ برآ ہونا، ہم اپنی ذمہ داری اور اپنا نظریہ اس سلسلہ میں جو ہے اُسے پیش کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

صُوفی کی وجہ تسمیہ تصوف کی قدیم کتب کی تشریحات کی رُو سے مندرجہ ذیل ہے:

کتاب اللمع میں شیخ ابوالنصر سراج نے لفظ تصوف اور صوفی کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال نقل کیے:

نمبرا: صوفی دراصل صَفَوِی تھا۔ ثِقل کی وجہ سے کثرتِ استعمال نے اُسے صوفی بنا دیا۔"

ایک بزرگ کا فرمان ہے کہ "صُوفی، صفاء سے مشتق ہے۔ اس کا اطلاق اہلِ صفاء پر ہوتا ہے۔"

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

"جو لوگ کدورتِ بشریت سے پاک و صاف ہوں وہ صُوفی ہوتے ہیں۔"

Marfat.com

ایک دُوسرے بزرگ فرماتے ہیں :
" ان لوگوں کا لباس انبیاء علیہم السّلام کی تقلید میں صوف پشمینہ کا ہوتا ہے۔ اسلئے یہ صُوفی کہلاتے ہیں "
بعض لوگ ان لوگوں کو اہل صفہ کی نسبت سے صوفی کہتے ہیں۔

تصوّف کی تاریخ میں فرماتے ہیں :
" اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے دُوسرا تعظیمی لفظ مستعمل ہو ہی نہیں سکتا ، کیونکہ صحابی ایک نام ہے کہ وہ باوجود زاہد، عابد متوکل ، فقیر ، رضا بقضا ، مائل الی اللہ تھے ، اور جو بھی بندگی کی خصوصیات تھیں ان میں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ ان کو حضوری برکت سے نصیب ہوا تھا۔ اس لئے ان کو کسی دُوسرے نام سے پکارنا کس طرح ہو سکتا تھا۔"
آپ فرماتے ہیں : " تابعین کے زمانہ میں صُوفی کا لفظ معروف تھا اور حسن بصری نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کافی صحابہ سے جو صوفی تھے، ملاقات کی۔"
محمد بن اسحاق بن یسار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ صوفی زمانۂ اسلام سے پیشتر بھی تھا اور عابد و برگزیدہ اشخاص کے لئے مستعمل ہوتا۔"

(بحوالہ اخبار مکہ صفحہ ۲۲)

منکرین تصوّف کے جواب میں فرماتے ہیں :

Marfat.com

" قرآن کریم کے ایسے الفاظ جو اس کثرت سے ہیں کہ ان سے بجز اہلِ تصوف کے دوسرا کوئی مراد ہی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین، خاشعات، موقنین مخلصین، محسنین، خائفین، وجلین، عابدین، ذاکرین، صابرین راسخین وغیرہ الفاظ ہیں۔ اسی طرح متفقہ حدیثوں میں اس طبقہ کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً میری اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جو مکالمۂ الٰہی اور گفتگوئے الٰہی سے سرفراز ہوں گے اور حضرت عمرؓ ان میں سے ہیں۔ ایسے لوگ صوفی ہی ہیں۔ اسی طرح " میری امت میں ایک شخص ایسا ہوگا جس کی شفاعت سے لوگ قبیلہ ربیعہ و عصر کی تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے اور وہ اویس قرنیؓ ہے۔

کتاب اللمع کے مصنف کا پورا نام عبداللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ ابو النصر سراج تھا۔ لقب طاؤس الفقراء۔ وطن طوس المتوفیٰ ماہِ رجب ۳۷۸ھ۔ یہ کتاب تصوّف کی قدیم ترین کتابوں سے ہے۔ چوتھی صدی کے وسط میں تصنیف ہوئی۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کا فرمان[۴]

کشف المحجوب میں لفظ صُوفی کے استشقاق پر فرماتے ہیں:

" اس نام کی تحقیق میں لوگ مختلف ہیں۔ کوئی تو صُوفی کی وجہ تسمیہ صوف

لیتے ہیں کہ وہ موٹے کپڑے پہنتے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ صف
اوّل میں ہوتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی شباہت اصحاب صُفّہ
سے ہے۔

بعض نے

کہا ہے کہ یہ لفظ صفا سے مشتق ہے۔ ہر ایک گروہ نے اپنی
اپنی تائید میں مختلف نقطے پیدا کئے ہیں لیکن لغت کے تقاضہ
سے سب بعید ہیں۔" (صہ ۲۲)

(حضرت کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب صفائی سے لبریز
اور گندگی سے خالی ہو۔)

ع صفا ضد کدر است و کدر صفت بشر بود
وَجہ حقیقت صوفی آں بود او را از کدر گذر بود

(صفا گندگی کی ضد ہے اور گندگی بشر میں ہوتی ہے۔ سچے صوفی کا نشان
وہ ہے کہ وہ گندگی سے گذر چکا ہے) (صہ ۲۲)

چنانچہ اپنے قول کی شہادت میں بزرگانِ سلف کا قول نقل کرتے ہیں۔

"مَنْ صَفاه الحب فھو صاف ومن صفاه الحبیب
فَھُوَ صُوْفِی۔"

(جسے محبت سے صفائی حاصل ہو۔ وہ ستھرا ہے، صاف ہے اور جسے محبوب
صاف کرے وہ صوفی ہے)

(صہ ۲۵)

Marfat.com

حضرت گنج بخشؒ نے صوفیا کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔

نمبر۱: صوفی

نمبر۲: متصوف

نمبر۳: مستصوف

"**صوفی**" وہ ہے جو اپنی ذات کو فنا کر چکا ہو اور حق کے ساتھ باقی ہو۔ وہ طبیعت کے قابو سے نکل کر حقیقت سے پیوست ہو چکا ہوتا ہے۔

"**متصوف**" وہ ہے جو مجاہدہ کے ذریعے حقیقت سے پیوست ہونا چاہتا ہے اور اسی طلب میں وہ عمل بھی درست رکھتا ہے جو حقیقی صوفی کیطرح ہو۔

"**مستصوف**" وہ ہے جو مال و جاہ، حظ دنیا کے لئے ان لوگوں کی طرح بنا پھرتا ہے۔ اُسے حقیقت تصوف سے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ حقیقی لوگوں کے نزدیک ایسا آدمی مکھی کی طرح ہوتا ہے۔ یہ دراصل بھیڑیئے کی طرح ہوتا ہے۔

(ص ۲۵)

صوفیا تاریخی پس منظر میں

آپ صحابہ کرام سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ

Marfat.com

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور اہل بیت میں سے حضرت حسن و حسین ، زین العابدین،
امام باقر ، امام جعفر ، رضی اللہ تعالےٰ عنہم ، اسی طرح اصحاب صُفّہ تمام کو صوفی قرار
دیتے ہیں ۔

تابعین میں سے اویس قرنی ، ہرم بن حیان ، حسن بصری ، سعید بن المسیّب
کو صوفی مانتے ہیں ۔

تبع تابعین میں امام ابوحنیفہ ، شافعی ، مالک بن دینار ، احمد حنبل ، حبیب
عجمی ، ذوالنون مصری ، داؤد طائی ، معروف کرخی وغیرہ کو تصوّف کا مظہر
قرار دیتے ہیں ۔

متاخرین صوفیہ نے دس بزرگوں کا ذکر کیا ہے ۔ شیخ ابوالحسن خرقانی
امام ابوالقاسم قشیری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ پھر آپ نے مقبول طریقوں
کی تعداد بتائی جو دس ہے ۔ وطن کے لحاظ سے ان کو طبقہ طبقہ شمار کیا جاتا ہے ۔

(۱) محاسبیہ ، (۲) قصاریہ (۳) طیفوریہ
(۴) جنیدیہ ، (۵) نوریہ (۶) سہلیہ
(۷) حکیمیہ ، (۸) خرازیہ (۹) حنیفیہ
(۱۰) سیاریہ ،

جو علی الترتیب ان بزرگوں سے منسوب ہیں ۔

(۱) عبداللہ بن حارث محاسبی (۲) احمدون قصا
(۳) بایزید بسطامی (۴) جنید بغدادی
(۵) ابوالحسن نوری (۶) سہل تستری

Marfat.com

(۷) حکیم ترمذی (۸) ابوسعید خراز
(۹) ابوعبداللہ خفیف (۱۰) ابوالعباس سیاری

(صد ۱۲۶ تا ۲۰۰)

حضرت داتا گنج بخشؒ کا مختصر تعارف

آپؒ کا پورا نام علی بن عثمانؒ۔ وطن غزنی افغانستان۔ لاہور میں مزار مبارک ہے۔ آپ کا لقب داتا گنج بخش۔ سن وفات میں اختلاف ہے قطعۂ مزار پر ۴۶۵ھ درج ہے۔ کشف المحجوب آپ کی آخری تصنیف ہے جو پانچویں صدی کے وسط میں تصنیف ہوئی۔

امام ابوالقاسم قشیریؒ تصوف کی تاریخ میں اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں :۔

"مسلمان کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابی کے لفظ سے عمدہ و افضل کوئی نہ تھا۔ اس لئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحبتِ فیض سے متعلق لوگوں کو صحابی کہا جاتا تھا جو ان کے لئے باعثِ افتخار تھا۔ جب دوسرا دور شروع ہوا تو صحابہ کی صحبت سے فیض یافتہ لوگوں کو تابعی کہا جانے لگا۔ اور یہی ان کے لئے عمدہ پہچان تھی۔ اُس کے بعد تیسرے دور والوں

Marfat.com

کو جنہوں نے تابعین کو دیکھا تھا اور اُن سے مستفیذ ہوئے، تبع تابعین کہا جانے لگا۔ جب لوگوں میں مراتب کے لحاظ سے فرق پڑا تو خواص کو عابد و زاہد کہا جاتا تھا۔ لیکن جب بدعتوں کا ظہور ہوا اور ہر ایک فرقہ نے اپنے آپ کو زاہد و عابد کہنا شروع کیا تو وہ لوگ جن کے سانس معیتِ الٰہیہ میں چلتے تھے اور جو دلوں کی غفلت سے نگہبانی کرتے تھے، اہلِ تصوف کہلائے جانے لگے۔ ان اکابرین کے لئے یہ نام ۲۰۰ھ سے قبل ہی مشہور ہو گیا تھا۔"

(رسالہ قشیریہ صـ ۷، ۸)

اسی رسالہ میں اکابرِ طریقت و حقیقت کی حکایات و اقوال نقل کئے ہیں جو تصوف کی حقیقت کے بیان پر مشتمل ہیں اور اسی طرح اصطلاحاتِ تصوف کی توضیح و تشریح کی ہے۔ مثلاً وقت، حال، قبض، بسط، ہیبت، انس، وجد، تواجد، محو و اثبات، تلوین و تمکین۔

باب نمبر ۵۱ اولیاء کی کرامات کے ثبوت میں ہے۔ یہ رسالہ ۴۳۷ھ میں جیسا کہ مصنف نے دیباچہ میں تصریح کی ہے۔ تصنیف ہوا ہے۔

تعارفِ مُصنّف آپ کا پورا نام ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن القشیری تھا۔ لقب زین الاسلام۔ وطن خراسان مدفن نیشاپور۔ تاریخ ولادت ۳۷۶ھ، وفات ۴۶۵ھ۔ آپ کی عمر ۸۹ سال ہوئی۔

فتوح الغیب میں حضرت غوث اعظمؒ بھی فقیر کی حقیقت

Marfat.com

یوں بیان فرماتے ہیں :

حقیقۃ الفقر ان لا تفتقر الیٰ من ھو مثلك ۔

فقر کی حقیقت یہ ہے تو اپنی مانند کسی انسان کا محتاج نہ ہو۔

(ص ۳۹۶ ۔ باب ۵۷)

تصوف کیا ہے ؟ آپؒ فرماتے ہیں ۔

والتصوف ما اخذ من القیل والقال ولکن اخذ من الجوع وقطع المعروفات والمستحسنات ۔

تصوف گفتگو نہیں ، یہ بھوک ہے اور عمدہ اور مرغوب چیزوں کا ترک ہے ۔

تصوف کے لئے آپ آٹھ خصلتوں کو لازمی قرار دیتے ہیں ۔

فرماتے ہیں " تصوف آٹھ خصلتوں پر مشتمل ہے ۔

نمبر ۱ : ابراھیم علیہ السلام کی سخا ۔

نمبر ۲ : اسحٰق علیہ السلام کی رضا ۔

نمبر ۳ : ایوب علیہ السلام کا صبر ۔

نمبر ۴ : ذکریا علیہ السلام کا اشارہ ۔

نمبر ۵ : یحییٰ علیہ السلام کی طرح غیر شادی ہونا ۔

نمبر ۶ : موسیٰ علیہ السلام کا موٹا لباس پہننا ۔

نمبر ۷ : عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت ۔

Marfat.com

نمبر۸: محبوبِ سبحانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر۔

تعارف شیخ جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ

آپ کا نام عبدالقادر۔ کنیت ابو محمد۔ لقب محی الدین۔ غوث اعظم سے مشہور۔ ولادت باختلاف روایات ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ۔ مولد طبرستان کا قصبہ جیلان، جسے گوگیل اور گیلان بھی کہتے ہیں۔ سالِ وفات ۵۶۱ھ، مرقد مبارک بغداد میں ہے۔

شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ، عوارف المعارف، چھٹے باب میں،

صوفی کے نام کے وجوہ میں فرماتے ہیں:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، غلام کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ گدھے پر سواری کرتے تھے اور موٹا کپڑا پہنتے تھے۔" اس حدیث کی رُو سے بعض لوگوں نے صوفی کی وجہ تسمیہ بتائی ہے کہ یہ بھی پیغمبروں کا لباس صوف پہنتے تھے اس لئے انہیں صوفی۔ صوف والے۔ کہا جانے لگا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں ستر (۷۰) بدری صحابہ سے ملا ہوں جو صوف کا لباس پہنتے تھے۔ اُن میں سے حضرت ابوہریرہ اور فضالہ بن عبید کی تو یہ حالت تھی۔

Marfat.com

کہ آپ لوگ بھوک کی وجہ سے گر پڑتے تو ارد گرد اعراب لوگ انہیں مجنوں سمجھتے۔ ان کا لباس صوف کا ہوتا تھا اور اسمیں پسینے کی وجہ سے ان سے بھیڑوں جیسی بو آتی جبکہ وہ کپڑے بارش کی وجہ سے بھیگ جاتے۔ ایسے لباس کی ترجیح محض اس وجہ سے تھی کہ وہ دنیاوی رفاہیت سے متنفر تھے اور آخرت کے لئے کوشاں تھے۔"

صوفی کے لفظ کا اشتقاق اس لحاظ صوری طور پر مناسب ہے کیونکہ تصوف کے معنی ہوئے۔ اس شخص نے موٹا کپڑا پہنا جیسے تقمص " اس نے قمیص پہنی۔ آپ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کے باطن پر اطلاع ایک مشکل معاملہ تھا جو ہر ایک انسان کے بس کی بات نہیں تھی اور یہ لوگ باطنی ترقی میں کسی مقام پر ٹھہرتے بھی نہیں تھے۔ ہر وقت ان کی پرواز بلند ہوتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں کو کسی باطنی قابلیت کی وجہ سے معین و مشخص نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ظاہری امتیاز (لباس صوف) کی وجہ سے انہیں صوفی کے لفظ سے ممتاز کیا گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ تمام صوفی تو صوف کا لباس نہیں پہنتے تھے۔ تو جواب آپ نے دیا۔ یہ حکم اکثریت کا ہے نہ کہ ہر فرد کا اور متقدمین کی اکثریت کا یہ لباس تھا۔ اس لئے اکثر کا حکم کل کا حکم ہوا۔ دوسری عمدہ توجیہہ میں آپ فرماتے ہیں کہ صوفی کو لباس کی وجہ سے صوفی کہنا اس وجہ سے بھی ٹھیک ہے کہ ان کے لباس کو دیکھ کر جب مرید اسی سلسلہ میں داخل ہوگا تو اس کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ جن لوگوں کی معیت میں اختیار

Marfat.com

کر رہا ہوں وہاں لباس کی نوعیت یہ ہوگی اور اسی طرح جب لباس کی اہمیت ان لوگوں کے ہاں نہیں تو مرغوبات و ماکولات (کھانے کی چیزوں) میں بھی ان کا وطیرہ لباس ہی کا سا ہوگا۔ تو وہ صُوفی بننے کے لئے اسی ذہن کے ساتھ ان لوگوں میں شامل ہوگا اور علی وجہ البصیرۃ۔ دنیاوی زینت اور عمدہ کھانوں کی خواہشات پر پاؤں رکھ کر۔ صُوفی بنے گا۔ اس لئے صُوفی کی وجہ تسمیہ ایسی ہونی چاہیئے، جو مبتدی مُرید پر ایک تأثر ثابت کرے اور یہ تأثر اسی سے ہو سکتا ہے۔

تیسرا معنیٰ۔ یہ ہے کہ اگر صُوف سے اسے مشتق نہ مانیں تو صفا وغیرہ دُوسرے معانی جس کا تعلق باطنی صُوفی سے ہوگا۔ جو ہر حال میں ایک دعوٰی پر مبنی ہوگا یعنی کہ صُوفی کا باطن صاف۔ اسمیں کدورت نہیں۔ یہ دعاوی ہیں جنہیں صوفی پسند نہیں کرتے۔ اس لئے صُوف۔ (اون) کی طرف منسوب کرتے ہیں کسی باطنی صفت کا ادعا نہ ہوگا۔ اور یہی صُوفی کے مناسب حال ہے، کیونکہ یہ لوگ عدم شہرت، کم تری، تواضع وانکسار، اخفاء، پوشیدگی، میں پھٹے ہوئے چیتھڑے اور دُھنی ہوئی اُون کی طرح ہوتے ہیں جن کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔

تو گویا۔ صُوفی منسوب ہوا صوفہ کیطرف (اون، موٹے کپڑے) جس طرح کُوفی منسوب ہے کُوفہ کی طرف۔

بعض نے صُوفی کا اشتقاق صف (قطار) سے کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لفظ اصل میں صَفوِیّ تھا۔ ثقل کی وجہ سے صُوفی بنا دیا گیا۔ صوفیہ کو بھی جو دراصل صفویہ تھا، اس وجہ سے کہیئے کہ وہ بھی صفِ اوّل میں عبادات کی اہمیت کے پیش نظر ہوتے۔ بعض نے صُوفی کا اشتقاق صُفّہ (چبوترہ)

Marfat.com

سے کیا، جو مہاجرین کے لئے حضور کے زمانہ میں تھا چونکہ صوفی کے اکثر اوضاع واطوار اصحابِ صُفّہ سے ملتے جلتے ہیں اسی لئے اس تشابہ سے انہیں صَفوی کہا گیا۔ یہ اشتقاق لفظ کے اعتبار سے تو مناسب نہیں تاہم معنویت میں تشابہ ضرور ہے۔ اسی لحاظ سے ٹھیک ہے۔ اصحابِ صفہ کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی۔ چار سو کے لگ بھگ بھی اُن کی تعداد رہی ہے۔ قدیم صُوفیا کی طرح وہ بھی اجتماعی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ جن کا ذریعہ معاش کوئی نہ تھا۔ وہ رات دن یادِ الٰہی میں مگن رہتے تھے۔ اہلِ ثروت لوگ ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن مُعاذ اُن خدام میں سے زیادہ مخیر تھے۔ حضرت ابوہریرہ کا فرمان ہے:

"میں نے ستر اہلِ صُفّہ کو دیکھا ہے جو ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے جو ان کے گھٹنوں تک بشکل لمبا ہوتا تھا۔ رکوع کرتے وقت وہ اس کپڑے کو ہاتھ سے تھامتے تھے تاکہ ان کا ستر ننگا نہ ہو جائے۔"

اس تشابہ سے صُوفی کو اہلِ صُفّہ کی طرف منسوب کرنا بھی موزوں ہوگا۔ خراسان والے، صوف "شکفتیہ"۔ غار والے بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ غاروں میں رہتے تھے اور شام والے انہیں "جوعیہ"۔ بھوک والے۔ کہتے، کیوں کہ اکثر صُوفی بھوکے رہا کرتے تھے۔

"صُوفی کی تاریخ"

صُوفی کی تاریخ میں آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ لیکن تابعین

Marfat.com

کے زمانہ میں یہ نام سننے میں آتا ہے کیونکہ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ میں نے ایک صوفی کو طواف کرتے دیکھا اور اُسے کچھ چیز دینا چاہی، اس نے قبول نہ کی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تائید میں حضرت سفیان کی وہ روایت پیش کی جاسکتی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو مجھے ریاکاری کو باریک نظر سے دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صوفی کا نام قدیم زمانے سے سننے میں آرہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سن ۲۰۰ھ سے قبل یہ نام مشہور نہیں تھا۔ آپ نے باب سابع میں تین حالتیں بیان کیں:

(۱) متشبہ،

(۲) متصوف،

(۳) صوفی۔

فرماتے ہیں کہ ابتداء میں متشبہ ہوتا ہے جسے ظلمتِ نفس روکتی ہے۔ اور صوفی۔ ظلمتِ نفس سے نجات یافتہ ہونا۔ اور متصوف وہ ہے جو بین بین ہو۔ یعنی اسمیں کچھ ظلمت بھی ہو اور کچھ صفائی بھی ہو۔

صاحبِ عوارف المعارف۔ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ پورا نام ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ۔ اپنے چچا ابوالنجیب سے ارادت حاصل کی۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے خلافت ملی۔ عمدہ وعظ فرماتے اور تصوف کے اشعار بھی کہتے تھے۔ آپ کی پیدائش آخر رجب یا اوائل شعبان میں ۵۳۹ھ میں سہرورد میں ہوئی اور وفات ۶۳۲ھ میں بغداد میں ہوئی۔ سہرورد عراقِ عجم میں زنجان کے پاس ایک بستی ہے۔

Marfat.com

پیغمبروں علیہم السلام کے صحائف اور تصوف

صحائف قدیمہ کی تعلیمات قرآن کے ذریعے جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں بھی اسلامی تصوف اور اخلاق کی پوری تعلیم و رہنمائی ہمیں ملتی ہیں۔ ان صحائف کی تعلیمات کا تذکرہ قرآن میں ہمیں دو جگہ نظر آتا ہے۔ جس میں بنیادی تصورات جو کسی بھی محقق صوفی کے ہو سکتے ہیں اور جن کے بغیر صوفی، صوفی نہیں کہلایا جا سکتا، بیان ہوتے ہیں۔

نمبر ۱، سورۃ النجم، پ ۲۷ آخری رکوع میں ان تعلیمات کو اللہ تعالیٰ کی عظمت، وسعت، قدرت اور انسانی اعمال کی جزا و سزا اور اعمال کبیرہ و فواحش کے ارتکاب پر مواخذہ کے بیان کے بعد حضرت موسیٰ اور ابراھیم کے صحف کی تعلیم بیان فرمائی ہے جو عین تصوف کی روح ہے۔

(۱) ہر انسان اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہے۔ دوسرے کا بوجھ اٹھانا اس کے بس میں نہیں۔

(۲) انسان اپنی جدوجہد سے ہی کسی کمال کو پہنچ سکتا ہے۔

Marfat.com

(۳) ہر عمل کا ایک نتیجہ ہوتا ہے جسکو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔
(۴) ہر عمل جیسا بھی ہو اور جتنا بھی ہو اُسکی جزاء اس کے مطابق ہوتی ہے۔
(۵) آخرت کی جوابدہی کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں جانا لازمی ہے۔
(۶) اللہ تعالےٰ تمام کیفیات پر قدرت رکھتا ہے۔ ہنسانا، رُلانا، زندہ کرنا، دولت دینا، غریب کرنا، پیدا کرنا، زوجین کا اتفاق، کائنات کا کُلی تصرف اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ یہ تصرف خود بخود نہیں ہوتے۔ دنیاوی نشیب و فراز سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور غفلت کو اپنا شعار نہ بنایا جائے۔ غافلوں، سرکشوں اور ظالموں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ تاریخ عالم پر نظر رکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

صحائفِ قدیمہ کی یہ تعلیم صُوفی کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔ وہ اپنے انفس و آفاق کے مظاہر سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پُورے طور پر معترف ہو کر دنیاوی تصرفات میں اُسکے کُلی اختیار کے تحت اس کے تصرفات پر راضی رہتا ہے اور ساتھ ہی آخرت کے تصور سے کبھی غافل نہیں رہتا۔ یہ ہے صُوفی کا تصوف، جو صحائفِ قدیمہ کا چربہ ہے۔

نمبر۲: سُورۂ اعلےٰ کی آخری آیات: یہ دُوسری جگہ ہے جہاں قدیم صحائف کی تعلیم مذکور ہے۔ اس صُورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے سے ہی انسان کو علو و بلندی حاصل ہوتی ہے اور ذہنی وسعت کے تحت جو لوگ ماحول سے نصیحت پکڑتے ہیں وہ نیک بخت ہوتے ہیں۔ اور جو نصیحت سے دُور بھاگتے ہیں وہ بدبخت ہوتے ہیں اور ان کا انجام

Marfat.com

دوزخ کی آگ ہے جس میں نہ تو وہ مرتا ہے اور نہ زندہ رہتا ہے۔ کامیابی کا دار و مدار انسان کے تزکیہ پر ہے۔ اور یہ تزکیہ یادِ الٰہی اور نماز کے قیام سے حاصل ہوتا ہے اور دنیا کی خواہشات کو چھوڑ کر آخرت کی ترجیح سے ملتا ہے یہ تمام بیان شدہ تعلیمات، حضرت موسٰی علیہ السلام اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے صحیفوں کی تعلیم ہے۔ اس تعلیم کو سامنے رکھیں اور صوفی کے طرزِ عمل کو دیکھیں جو کما حقہٗ صوفی ہوتا ہے نہ کہ متصوف۔

اب کسی کا یہ اعتراض کہ تصوف عجمی سازش ہے، غلط ہوگا۔ قرآن پر نظر رکھنے والا شخص کس طرح اسکو آریائی، یونانی، ھندی بعوبہ کہہ کر پس پشت ڈال سکتا ہے۔ یہ ہے تصوف اور قدیم صحف کی تعلیمی مناسبت صوفی کا طرزِ عمل۔ صحفِ موسٰی و ابراھیم علیہما السلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

صوفی کا تشخص

مندرجہ بالا تصریحات سے صوفی کے تشخص کے لئے ہمیں کسی گہرے سوچ اور فکر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تاہم جو کچھ مندرجہ بالا کتب میں یا تصوف کے دیگر اکابرین نے صوفی کے متعلق جس تشخص کو ابھارنا چاہا ہے۔ وہ کیا ہے؟ وہ بھی آپ کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہم اپنی سنائیں گے۔

ابو سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"صوفی کے دِل نے اللہ کو دیکھا ہوتا ہے اور جو چیز اللہ تعالٰی

Marfat.com

کو دیکھے، اس پر فنا نہیں ہوتی۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اُسے دوام و خلود حاصل ہوا، اس لئے صوفی جو حرف لکھے یا جو کہے اُسے دوام نصیب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حرف بھی صوفی کے دل کی طرح خلود حاصل کر لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس حرف کا ربط اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔ وہ رضائے الٰہی کا ہدف ہوتا ہے۔ ہدایت خداوندی ایک شعلہ ہے جو اسکی محبت سے روشن اور اُسکے نور سے منور ہوتا ہے۔"

تصوّف کو آپ اخلاق کہیں، معرفت کہیں، سلوک کہیں یا اُسے مشاہدہ سے تعبیر کریں یا مناجات کی صورت کہیں یا تجلیات کا ذوق کہیں۔ یا انوار کا حلقہ کہیں۔ جو بھی کہیں۔ یہ ایک ایسا مادہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے جوڑ، اس سے قائم ہے اور اسی میں فانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی کا یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا دوست، اس کا پسندیدہ اور ولی ہے جو دوسروں سے ممتاز ہے اور سرچشمہ ہدایت اور نور کا نگہبان ہے۔ اسی طرح وہ اپنے اعمال کو، حرکات کو، معارف اور اذواق کو اللہ کا فیض و حبست سمجھتا ہے اور اس کا یہ ذہن ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مربّی، معلم، ہادی، مرشد، قریب، المجیب اور اپنی طرف رغبت دینے والا ہے۔ صوفی کے اس ارتباط نے اُسے وجد، محبت اور انس و قرب سے آشنا کیا ہے۔ وہ جہاں ہو۔ جیسے ہو اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اُسے ہر چیز قدرت کا آئینہ نظر آتی ہے۔ جس طرح ذوالنون مصری اپنی مناجات میں فرماتے ہیں۔

Marfat.com

"الٰہی جب کبھی میں حیوان کی آواز، درختوں کی شوں شوں، پانی
کا شور، پرندوں کا ترنم، اسکے نغمے، ہوا کی لہروں، بجلی کی
چمک دکھڑک پر کان دھرتا ہوں تو تیری وحدانیت کا پتہ چلتا ہے
اور مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ تیری مانند کوئی نہیں۔"

اسی چیز نے صوفی کے ادراک وبصیرت کو دوسروں سے ممتاز کردیا ہے۔
جدید نفسیات کی روشنی میں اور اسی طرح اخلاق کی تربیت دینے والے
عالمی اداروں کی تربیت صوفیاء کی تربیت وا خلاق کے مقابل بے معنی دکھائی
دیتی ہے۔ یہ تربیت اپنے جملہ شعور وادراکاتِ نفسی کو اپنے سے بڑی اہمیت
والی آسمانی شعور و ادراکاتِ وحی میں فنا کر دینا ہوتا ہے۔ یہ خواہشاتِ نفس اور
اُسکے جملہ میلانات کو اللہ کی مرضی، ارادہ، حکم کے تابع بنانا ہوتا ہے جس
طرح حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔

"صوفیٔ کامل اسوقت ہوتا ہے کہ اسکی جملہ حرکات حق کے موافق
ہوں۔ وہ مخالفات سے فانی اور موافقات میں باقی ہو۔ اس لحاظ
سے صوفی اپنے بشری اخلاق کو ربانی اخلاق میں تبدیل کر دیتا ہے
اور یہ بشریت کا ارتفاع ہے۔ جسے کوئی بھی دُنیا میں سوائے
صُوفیاء کے نہیں جانتا۔ صوفی کی فنا کسی جسم کی جسم میں یا رُوح کی
رُوح میں نہیں ہوتی بلکہ یہ ارادہ کی فنا ارادہ میں، اخلاق کی فنا
اخلاق میں، صفات کی فنا اچھائیوں میں، یہی وجہ ہے کہ کہا
جاتا ہے کہ صوفی اپنے اوصاف سے فانی، حق کے اوصاف

Marfat.com

سے باقی ہوتا ہے۔ یہ کمال کی پرواز ہوتی ہے۔ افقِ قُدسی کی بلندی
میں رُوح کے پَردں کی حرکت ہے۔ جو آہستہ آہستہ اُسے
اُوپر بلندیوں پرلے جاکر صفاتِ الٰہیہ سے متخلق کردیتی ہے۔
یہی وہ فنا ہے جس کی تعبیر حدیث شریف میں کی گئی ہے:
"میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے سُنتا ہے اور آنکھ ہوتا ہوں
جس سے دیکھتا ہوں۔"

اس فنا کی وجہ سے صُوفی کے احساس (ذہن قلب، رُوح) میں اِذن
اللہ کی معیت ہوتی ہے جس کا مشاہدہ اسکی حرکات، کلمات اور ضمیر سے
کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی احساس کے تحت صُوفی ببانگِ دہل پکارتا ہے
تم نے اپنا علم مرنے والے سے لیا ہے اور ہم نے اپنا علم حیّ لایموت سے
لیا ہے۔

تصوّف کے بارے میں جدید ذہن کی رائے

تصوّف کی بعض صُورتوں کی مماثلت جو ھندی، عجمی اور یونانی تحریکات
سے تھی اسکے تحت سطحی زہن والے نقادوں نے تصوّف کو عجمی روایت
کہا۔ کبھی اسے آریائی ذہن کی بغاوت شمار کیا اور کبھی اسکو یونانی فلسفہ
فکر سے تعبیر کیا۔ چنانچہ اکثر مستشرقین نے صُوفی کے لفظ کو یُونانی لفظ (سوفیا)

قرار دیا اور تصوّف کا اصل ٹیوسوفیا بتلائی۔ سوف کے معنیٰ حکمت کے ہیں۔

البیرونی نے بھی صوفیاء کو " الصّوفیہ ھم الحکماء فانّ السّوف بالیونانیۃ الحکمۃ وبھما سمی الفیلسوف ایَ محبُّ الحکمۃ " (صوفی حکماء ہیں اسلئے کہ سوف یونانی میں حکمت کو کہتے ہیں اور اسی وجہ سے فلسفی کہا گیا جو حکمت کا عاشق) کہہ کر یونانی مفکرین کا جزو قرار دیا ہے۔ لیکن گذشتہ تحقیقات کی رُو سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تصوف اسلام کا ان تحریکوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ بعض صُورتوں میں کچھ مماثلت ہو تو اس سے یہ حکم لگانا کہ یہ ایران کے بانی کی دینی تحریک ہے جس نے ساسانی بادشاہ شاہ پور کے زمانہ ۲۱۵ھ میں لوگوں کو روشناس کرایا۔ یا یہ ہندوستان کے قدیم فلسفہ و ہدایت کا عکس ہے۔ یہ یونان کی اشراقی تعلیم کا پَرتو ہے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔

لفظِ صُوفی کا اوّلین اِطلاق

حضرت گل حسن شاہ صاحب تصوّف کے سلسلہ آغاز کے متعلق فرماتے ہیں کہ ۱۴۹ھ میں حضرت شیخ الوانؒ نے بمقام جدّہ طریق تصوّف کو سلسلہ کی صُورت میں مرتب فرما کر سلسلہ کا نام "الوانیہ" رکھا۔ کئی لاکھ لوگوں نے اس سلسلہ میں داخل ہو کر تربیت حاصل کی۔

(تعلیم غوثیہ صد ۳۲)

ابن جوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :

"پہلا شخص جو اس سلسلہ میں مشہور ہوا وہ غوث بن مُرّہ ہے جس کی والدہ کے ہاں بچہ نہ ہوتا تھا۔ اس نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بچہ دیا اور وہ زندہ بچا تو میں اُسے کعبۃ اللہ کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ چنانچہ غوث پیدا ہوا والدہ نے نذر پوری کی۔ ایک دن گرمی میں وہ بے ہوش ہو گیا۔ تو اسکی والدہ نے اُسے اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ تو صوفہ کی طرح بے جان ہو گیا ہے۔ اسی وقت سے ہی غوث بن مرہ کا نام صُوفی پڑ گیا اور جن لوگوں نے اسکی طرح زندگی اپنائی، انہیں صُوفی کہا جانے لگا۔ بعض مشہور سائنسدان جابر بن حیان کو اور بعض مصر کے ابو عبداللہ الصُوفی التا ترہ الاندلسی کو پہلا صُوفی قرار دیتے ہیں۔ بعض ابو ہاشم کو صُوفی اوّل بتلاتے ہیں تو بعض نے یحییٰ بن معاذ کو پہلا صُوفی کہا ہے۔

کتاب اللمع کے لگ بھگ قدامت کے لحاظ سے حضرت ابو بکر الکلاآبادی کی کتاب "التعرف لمذھب التصوف" جس کے متعلق صُوفیاء کے ہاں مشہور ہے کہ "لولا التعرف لما عرف التصوف" اگر کتاب تعرف نہ ہوتی تو تصوف کی حقیقت معلوم نہ ہوتی۔ آپ اس کتاب کے باب اوّل میں "قولھم فی الصُّوفیۃ لِمَ سمیت الصُّوفیۃ" پہلا باب۔ صُوفیہ کو صوفیہ کیوں کہتے ہیں؟ صُوفیاء کے متعلق اظہار رائے

Marfat.com

کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

" ایک گروہ کہتا ہے۔ صوفیہ کو صوفی اسلئے کہتے ہیں کہ ان کے اسرار وآثار صاف ہوتے ہیں۔"

بشیر بن حارث صوفی کی تاریخ میں فرماتے ہیں،

" صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ کے لئے صاف ہو۔"

بعض کہتے ہیں؛

" صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اسکے ساتھ صاف ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی عزت صاف ہو۔"

بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں :

ان کی ہمتیں اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور باطن کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اس لئے وہ صفِ اوّل کے لوگ ہوئے۔ اس لئے صوفی کہلائے۔ بعض دوسرے افراد صوفی کو اہلِ صفہ جو زمانۂ نبوّت میں تھے، کے تناسب اور مشابہت کے لحاظ سے صوفی کہتے ہیں۔ بعض لوگ صوفی کو صوف کے لباس کی وجہ سے صوفی کہتے ہیں۔"

وجوہِ تسمیہ

کی مناسبت میں فرماتے ہیں :

" جن لوگوں نے اسکی ظاہری حالت کو دیکھا تو صوفی کو صفہ اور صوف سے منسوب کیا۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنے وطنوں

Marfat.com

کو چھوڑا، برادری کو خیر باد کہا، بھوکے رہے، ننگے رہتے تھے۔
دُنیا سے اتنا ہی لیا جس سے بھوک مٹے اور ستر چھپے۔ انہیں وطن
کو چھوڑنے کی وجہ سے غُرباء (مسافر) کہا گیا اور کثرتِ سفر کی وجہ
سے سیّاح (زیادہ پھرنے والے) خراسان والے ان کو شکفتیہ
(غاروں میں رہنے والے) کہتے۔ کیونکہ یہ ضرورت کے وقت
بیابانوں میں سفر کرتے ہوئے غاروں میں بھی رہتے تھے۔ شام والے
ان کو جوعیہ (بھوکے) کہتے۔ کیونکہ یہ عام طور پر بھوکے رہتے تھے
یا تھوڑا کھاتے تھے۔ جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان
ہے۔" ابنِ آدم کو چند لقمے کافی ہیں، جس سے اسکی پیٹھ سیدھی
ہو سکے،" چونکہ ایسی حالت اہلِ صُفّہ کی تھی جو حضور علیہ السّلام
کے زمانہ میں تھے ان کا لباس بھی اُن سا تھا اور وہ بھی بھوکے
رہتے۔" حتیٰ کہ ایک دِن عیینہ بن حصین نے حضورؐ سے عرض کی،
ان کے لباس کی بدبو تو مجھے تنگ کرتی ہے، کیا آپ اس بدبُو
سے تنگ نہیں ہوتے؟"

یہ وجہ تسمیہ صفہ کے لحاظ صفیہ اور صوف کے لحاظ سے صوفیہ
ہوئی۔ لیکن جن لوگوں نے ان کی باطنی کیفیت کو دیکھا۔ اسلئے کہ جو شخص
دُنیا کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے منہ موڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے دِل
کو منوّر فرماتا ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
"جس دِل میں نُور آ جائے وہ کشادہ ہو جاتا ہے۔"

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ اس کی کشادگی کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"دُنیا جو دھوکے کا گھر ہے اس سے دُور رہے، آخرت جو ہمیشہ کا گھر ہے اسکی طرف رجوع کرے اور موت کے آنے سے پہلے ہی موت کے لئے تیار رہے۔"

گویا حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق جو شخص دُنیا سے دُور رہے گا اس کے دِل میں نورُ ہو گا۔ جس طرح حارثہ رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام نے پُوچھا تھا: "تیرے ایمان کی حقیقت کیا؟" تو انہوں نے عرض کیا۔ میں نے اپنے آپ کو دُنیا سے علیحدہ کر دیا ہے۔ دِن کو بُھوکا ہوتا ہوں اور رات کو جاگتا ہوں۔ اسی کیفیت سے مجھے عرشِ الٰہی سامنے نظر آتا ہے۔ اور مجھے جنت والے ایک دُوسرے سے ملاقات کرتے نظر آتے ہیں اور جہنمی نفرت کرتے نظر آتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا" جو شخص چاہے کہ نورانی دِل والے کو دیکھے تو وہ حارثہ کو دیکھے"
یہی وجہ ہے کہ صوفیار کو نورِ صحابہ بھی کہا جاتا ہے۔ اہلِ صُفّہ کے بارے ہی میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"ان میں ایسے لوگ ہیں جو بالکل پاک رہنا چاہتے ہیں ظاہری نجاستوں اور باطنی خباثتوں سے۔ جو دِل میں پیدا ہوتی ہیں"

آخر میں آپ فرماتے ہیں:

"یہ سب الفاظ جو صوفی کے اشتقاق میں بیان کئے گئے ہیں اگرچہ

Marfat.com

لفظاً مغائر ہیں لیکن معنی کے لحاظ سے جتنے بھی نام ہیں وہ ان لوگوں (صوفیوں) میں موجود ہیں۔ اگر صُوفی۔ صفاء وصفوت سے لیں تو یہ صَفْوِی ہوں گے۔ اگر صف اور صُفّہ سے لیں تو صَفیہ اور صُفیہ ہوں گے۔ ہوسکتا ہے کہ صُوفیہ میں واو فاء پر مقدم ہو اور صفیہ، صفیہ میں زیادہ۔ یہ سب کچھ اُسکے کثرتِ استعمال سے ہو گیا ہو۔ اگر اس کا مأخذ صُوف لیا جائے تو لفظ اور لُغت کے لحاظ سے ٹھیک رہتا ہے۔ صُوفی کو اگر عُوفی کے وزن پر باب مفاعلہ سے ماضی مجہول کا صیغہ بنائیں۔ مصافات مصدر سے تو معنیٰ ہوگا "جسے اللہ نے صاف کیا وہ صَاف ہوگا۔"

ابوبکر کلاآبادی۔ محمد بن اسحٰق بخاری کلاآبادی۔

وفات ۳۸۰ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب آپ نے چوتھی صدی کے ابتدار میں لکھی جبکہ تصوّف علمی لحاظ سے اپنے پُورے عروج پر تھا۔ آپ تاج الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔

صُوفی اور تصوّف کے بارے میں متأخّرین صُوفیاء کا اظہارِ حقیقت

حضرت عمادالدین محمد بن حسن بن علی اموی قرشی اپنی کتاب "حیات القلوب فی کیفیت الوصول الی المحبوب" میں فرماتے ہیں "علم باطن، اسے علم قلب و علم تصوّف بھی کہا جاتا ہے۔ ایک عمدہ علم ہے۔ یہ علم آخرت کا راستہ بتاتا ہے۔ اس علم پر سلف صالح کار بند رہے۔ صحابہ، تابعین

اور تبع تابعین اسی علم ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا تھا اور قرآن کریم میں اس علم کو فقہ، علم، ضیاء، نور، ہدیٰ، رُشد کے ناموں سے یاد کیا ہے۔" آپ فرماتے ہیں۔

"صوفی، فقہاء، مفسرین، محدثین و متکلمین کے ساتھ اُن کے علوم میں انہی کی طرح شریک ہیں لیکن علوم عالیہ میں اُن سے ممتاز ہیں۔ یہ علوم، معاملات، عیوب نفس، آفاتِ قلب، کیفیت قلب مثلاً انتباہ، توبہ، زہد، ورع، صبر، رضا، توکل، مجاہدہ نفس و شیطان کی دشمنی، اللہ کی خشیت مراقبہ، یقین، ریاء کی دقت، شہوت خفی، شرک خفی، ان سب آفات سے مخلصی کا طریق۔"

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

"تصوّف کے عُلماء فرماتے ہیں، تصوّف کی ابتداء علم اور عمل، انتہاء موھبۃ ہے۔ علم مقصد کا پتہ دیتا ہے اور عمل مطلوب تک پہنچنے میں امداد دیتا ہے۔ اور موھبت مقصد کا حصول ہے۔ تصوّف والے تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

(۱) مرید طالب
(۲) متوسط سالک
(۳) منتہی واصل

مرید صاحب وقت ہوتا ہے۔ متوسط صاحب حال ہوتا ہے، منتہی صاحب نفس ہوتا ہے۔ مُرید اپنی مراد کی طلب میں مشقت

Marfat.com

اٹھاتا ہے۔ متوسط منازل کے آداب کی کشمکش میں ہوتا ہے۔ جو صاحب تاثر کا حال ہے۔ منتہی واصل محل مجلس میں ہوتا ہے جسے حالات کے تغیر اور احوال کا تاثر اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا۔"

آپ نے صاحب تمکین کی مثال میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں زلیخا کو حضرت کی محبت میں صاحب تمکین بتایا اور دوسری عورتوں کو صاحب تلوین۔ کہ حضرت کو دیکھتے ہی ان کی حالت ہوش ختم ہوگئی جس وجہ سے انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ لیکن زلیخا سے ایسا تاثر لینا کبھی نہ ہوا۔ صحابہ میں سے آپ نے حارثہ براء بن مالک، ابی ذر، عمار، بلال، صہیب، حذیفہ، محمد بن مسلمہ، عکاشہ، عمرو بن اسد، مصعب بن عمیر، حنظلہ بن راہب، ابی رافع (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) ابو بصیر، عمرو بن ثعلب، براء بن معرور، سلمان فارسی، ابن الہیثم بن التیہان وغیرہ اصحاب صفہ۔ اہل بیت رضوان اور مہاجرین ہیں۔ یہ تمام حضرات تصوف کی تعریف کے مصداق تھے۔ آپ فرماتے ہیں

" ان اصحاب کا معاملہ مختلف تھا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے بعض نے زہد عبادت کا طریق اختیار کرتے ہوئے محراب و بانی کو لازم رکھ کر ذکر، نوافل، اوراد کو ذریعہ بنایا جو طریق اسلم ہے۔ ایسے لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی صاحب عقل ہیں۔ بعض نے ریاضت کا طریق اختیار کرتے ہوئے نفس کی

Marfat.com

مخالفت کو لازم پکڑا، یہ طریق افضل ہے۔ ایسے لوگوں کو دو دفعہ اجر دیا جائے گا ان کے صبر کی وجہ سے، بعض نے خلوت اور عزلت کو سلامت کا سبب جانتے ہوئے اختیار کیا اور لوگوں سے اختلاط نہ رکھا۔ یہ صحیح طریق ہے۔ ایسے لوگوں پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ بعض نے تجرد عن الخلق (لوگوں سے دل کو فارغ رکھنا) اور تفرد بالحق (اللہ تعالیٰ کی معیت کے ساتھ تنہا رہنا) کا طریق اپنایا۔ ان کی دوستی اللہ کے لئے اور دشمنی اللہ کے لئے۔ اور یہ مضبوط طریق ہے۔ ایسے لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ غالب ہے۔ فائز المرام اور فلاح والا ہوتا ہے۔ بعض نے سیاحت و سفر، غربت اور کسمپرسی کے طریق کو اختیار کیا۔ یہ واضح طریق ہے۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ اُن کے اچھے عمل قبول کرے گا اور ان کے گناہوں سے تجاوز فرمائیگا۔ بعض نے خدمت، ترکِ جاہ، دُوسروں کے دِل خوش رکھنے کا طریق اختیار کیا، یہ عجیب طریق ہے۔ ایسے لوگوں کو جنت کے محل ان کے صبر کے بدلے ملیں گے۔ بعض نے مجاہدہ و مشکلات میں رہنے کو اختیار کیا۔ یہ اعز طریق ہے۔ ایسے لوگوں کے دِلوں میں اللہ نے ایمان لکھا ہے اور ان کی رُوح قُدس سے تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ بعض لوگوں سے بے نیازی اور ان کے خیر و شر اور نفع و ضرر کو بالائے طاق رکھ کر اپنا قرب

الٰہی کا سفر شروع کرتے ہیں، یہ مشکل طریق ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔ یہ ایک ایسا گروہ جو گذر چکا، یہ ان کے نشانات ہیں۔ جن پر بعد میں کوئی نہیں آباد ہو سکا، مگر تھوڑے بہت لوگ۔ بعض نے طریق عجز و انکسار کو اختیار کیا ہے۔ یہ اقرب طریق ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی رحمت کی طلب میں ہوتے ہیں۔ بعض طریق تعلّم، حفظِ مسائل، احادیث کے سماع کا طریق اختیار کرتے ہیں۔ یہ واضح طریق ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت پا لیں گے۔ یہ سب راستوں پر سفر کرنے والے ان آداب و شرائط کو اگر ملحوظ رکھیں تو نا امیدی کی وجہ نہیں۔"

اپنی اسی تصنیف میں مصنف نے عقائد اہلِ تصوف اور آدابِ تصوف کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک عمدہ کتاب ہے اور شائقانِ تصوف کے مطالعہ کے لئے بہت بہتر ہے۔

آپ "حیات القلوب فی کیفیۃ الوصول الی المحبوب" کے مصنف ہیں۔

آپ کا پورا نام محمد بن حسن بن علی قریشی اُموی ہے۔ ۶۹۵ھ کو پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ محترم سے علم حاصل کیا۔ سندِ حدیث تاج بن دقیق العید سے حاصل کی۔ آپ اپنے وقت کے مشہور مناظر تھے۔ مناظرہ کی مشہور کتاب معتبر کے آپ مصنف ہیں۔ شرف الدین بازری سے صحبت رہی۔ عماد الدین آپ کا لقب، صوفی تھے۔ صدقات بہت دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

تصوّف میں حیات القلوب تصنیف کی ۔ آپ کی وفات رجب ۶۲۳ھ میں ہوئی ۔

(از دررکامنہ ج ۳ صفحہ ۴۲۱ ، ۴۲۲)

تصوّف کے متعلّق

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

آپ حجۃ الاسلام کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ فلاسفہ اسلام میں سے تھے ۔

(منقذ من الضلال صہ ۶۸)

مطبوعہ مکتبۃ الشتیق " القول فی طریق الصوفیہ " میں اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

" میں اپنی پوری ہمت سے تصوّف کی طرف متوجہ ہوا اور یہ جانا کہ تصوّف علم وعمل کا نام ہے ۔"

ان کے علم کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی گھاٹیوں سے نکلے اور اخلاق مذمومہ صفات خبیثہ سے نجات پائے ، یہاں تک کہ دل غیر اللہ سے پاک ہو جائے اور ذکر اللہ سے آراستہ ہو ۔ آپ نے صوفیاء کی کتب میں سے قوت القلوب ابی طالب مکی

Marfat.com

اور حارث محاسبی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر آخر رجب ۴۸۶ھ میں مجبور ہو کر عمل کے لئے بغداد کو چھوڑ کر شام گئے۔ ریاضات کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: "میں دو سال شام میں رہا، میرا کوئی شغل نہیں تھا۔ کبھی تو جامع مسجد دمشق میں مینارہ نور میں یادِ الٰہی کرتا اور کبھی بیت المقدس میں یادِ الٰہی کرتا۔ دس سال متواتر میرا یہ شغل رہا۔ اس دوران مجھ پر جو انکشافات ہوئے۔ انہیں بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔ ہاں البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ صوفی ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستے کے راہرو ہیں۔ ان کی سیرت عمدہ سیرت۔ ان کا راستہ ٹھیک راستہ، ان کے اخلاق ستھرے اخلاق، بلکہ اگر دنیا کے سارے حکماء بصیرت، اور واقف اسرار علماء جمع ہو کر ان کے اخلاق سیرت کے علاوہ کوئی چیز پیش کریں جو اس سے بہتر ہو، ناممکن ہے۔ ان صوفیا کی تمام حرکتیں ظاہری و باطنی نورِ نبوت کے چراغ سے روشنی لئے ہوئے ہیں۔ نبوت کے نور کے علاوہ دنیا میں کوئی نور نہیں جس سے روشنی لی جاسکے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بیداری میں فرشتوں کو، انبیاء کے ارواح کو دیکھتے ہیں اور اُن سے مستفیض ہوتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس شخص کو اس ذوق کا حصہ نہیں ملا، اُسے حقیقتِ نبوت کا کوئی علم نہیں۔ ہاں! رسمی طور پر وہ کچھ کہے تو الگ بات ہے۔

وہ شخص جس کی زندگی فلسفہ کی باریکیوں کو نکھارنے اور اس کی جدلیات میں گذاری ہو، اس کا یوں اعتراف تصوف کی اہمیت کا بین ثبوت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"میں نے احیاء العلوم کی کتاب عجائب القلب میں دلائل و براھین سے جو ان لوگوں کی صحبت سے محروم رہا ہو، کے لئے یہ چیز ثابت کی ہے۔"

مختصر تعارف حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ ۴۵۰ھ میں طوس میں پیدا ہوئے جو خراسان کی ایک بستی ہے۔ پورا نام امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی۔ لقب: حجۃ الاسلام زین الدین طوسی۔ ابتدائی تعلیم طوس میں حاصل کی۔ پھر نیشاپور آئے۔ امام الحرمین کی شاگردی اختیار کی۔ نظام الملک سے ملاقات کے بعد مدرسہ نظامیہ بغداد میں ۴۸۴ھ میں تدریس شروع کی۔ پھر ۴۸۸ھ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صوفی بن گئے۔ دمشق میں رہے۔ پھر بیت المقدس گئے۔ پھر اسکندریہ ٹھہرے رہے۔ حج کیا، وطن طوس کو آئے۔ آپ نے بہترین کتابیں تصنیف کیں جن میں احیاء العلوم، بسیط، وسیط، وجیز، منخول، منتحل وغیرہ ہیں۔ آپ کی وفات جمادی الآخر ۵۰۵ھ میں ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ: شفاء العلیل اور انتباہ فی سلاسل اولیاء میں بیعت کے جواز اور اقسام بیعت و شرائط مرشد سے

Marfat.com

بحث کرتے ہوئے دُوسری فصل شفاء العلیل میں فرماتے ہیں :

" تمہارے ذہن میں ہوگا کہ بیعت واجب ہے یا سُنّت ؟ بیعت کی حکمت کیا ہے ؟ اور بیعت لینے والے کی شرائط کیا ہیں ؟ اور بیعت کا پورا کرنا کیا ہوتا ہے ؟ اور دوبارہ کیسی سے بیعت کر سکتا ہے ؟ اور بیعت کے سلسلہ میں طریق کار کیا ہے ؟

" فرماتے ہیں : بیعت کرنا سُنّت ہے۔ اس لئے کہ لوگوں نے حضور کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کیا۔ کوئی ایسی دلیل نہیں کہ بیعت نہ کرنے والے کو گنہگار کہا جائے اور نہ کسی امام مذہب نے بیعت نہ کرنے والے کو گنہگار کہا۔ بیعت سے بیعت تقویٰ مراد ہے۔"

بیعت کی حکمت میں فرماتے ہیں " اللہ تعالےٰ کا نظام ہے کہ اسکی پوشیدہ قوتوں کے مظاہرہ کیلئے بعض افعال و اعمال مقرر کیے ہیں۔ مثلاً تصدیق۔ جو ایک دلی کیفیت ہے۔ اس کے لئے اقرار کو قائم مقام بنا دیا ہے۔ مثلاً اللہ کی وحدانیت، رسُول کی حقانیت، قیامت کا تصوّر، یہ سب اُمور مخفی۔ تو اقرار کو قائم مقام بنا دیا گیا۔ اسی طرح توبہ اور گناہوں کے ترک کا ارادہ پوشیدہ اَمر تھا تو اس کے لئے بیعت کو قائم مقام بنا دیا۔ گویا جو شخص بیعت کرتا ہے اُسکے ارادہ میں گناہوں سے توبہ اور اعمالِ صالح ہوتا ہے۔"

Marfat.com

بیعت لینے والے مرشد کی شرائط

(۱) بیعت لینے والا مرشد، مرید سے توبہ کراتا ہے اور اسے نیکی کا حکم
اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ جب مرشد کو خود پتہ نہ ہو کہ
احکاماتِ الٰہیہ کیا ہیں اور اسی طرح منہیاتِ الٰہیہ کیا ہیں۔ اسی طرح
رذائل اور بُرے اخلاق کو چھوڑنے اور عمدہ خصائل حاصل کرنے کی تاکید
کرتا ہے۔ اس لئے ان امور کے لئے ظاہری علم کا ہونا اشد ضروری
ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اصولِ حدیث و جزئیات فقہ یاد رکھنے
کا مکلف ہو۔

(۲) دوسری شرائط مرشد کے لئے یہ ہے کہ وہ گناہوں سے پرہیز کرے
اس لئے کہ باطنی صفائی کا علم ہر کسی کو نہیں ہوتا۔ (ظاہری اعمال گناہوں
سے پرہیز) تو مرید بھی مرشد کی تقلید میں اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی
کوشش کریگا۔

(۳) مرشد کو یاد داشت کا ملکہ راسخہ ہو۔ یادِ الٰہی سے غفلت نہ کرے۔
دُنیا سے کم رغبت رکھے اور آخرت کا تصوّر غالب ہو۔

(۴) اللہ تعالیٰ گواہوں کے متعلق فرماتے ہیں "جو گواہ تمہیں پسند ہو،
ان کو گواہ بناؤ"۔ مرشد کے لئے بھی ضروری ہے کہ مرید کا اعتماد
بحال رہے۔ اپنے ارادہ کا مالک ہو نہ کہ ہرجائی و ہر دم خیال ہو۔

Marfat.com

تاکہ مُرید اس کے احکامات کی تعمیل کر سکے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ باقاعدہ کسی مرشد سے اس نے فیض حاصل کیا ہو اور کافی مدت ریاضت سے نورِ باطنی حاصل کیا ہو۔ جس طرح ظاہری استاد کے بغیر مشکل ہوتا ہے۔ صفائی باطن کے لئے جب تک کسی مرشد کی صحبت میں نہ رہا ہو وہ مرشد بننے کے قابل نہیں۔ مرشد کے لئے کرامات کا ظہور ضروری نہیں۔ ہاں قانع، صبر والا، تقویٰ والا اور مشتبہ چیزوں سے پرہیزگار ہو۔

مُرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ عاقل و بالغ ہو اور قیامت کا تصوّر رکھتا ہو۔ نابالغ بچوں کی بیعت میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ بیعت کا مقصد گناہوں سے توبہ اور آئندہ کے لئے اعمالِ صالحہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ اس لئے بچے اس مقصد کے حصول کی نوبت سے بے نیاز ہیں۔ لیکن بعض مشائخ صحیح مُسلم کی حدیث سے "کہ حضرت زُبیر اپنے بیٹے عبداللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کے لئے لائے۔ وہ سات آٹھ برس کے تھے۔ آپ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور اُسے بیعت فرمایا۔" بچوں کی بیعت لینے کے جواز کے قائل ہیں۔

بیعت کی اقسام

صُوفیاء کے ہاں جو بیعت چلی آرہی ہے وہ کئی طریقوں پر ہے۔

Marfat.com

بیعت توبہ
بیعت تبرک
بیعت تربیت ، جسے بیعت تاکد عزیمت کہتے ہیں۔

پہلی دو بیعتوں میں گناہ کبیرہ کو چھوڑنا ، صغیرہ پر اصرار نہ کرنا، فرض واجبات کی ادائیگی۔ جو مُرید طاعات پر مستعد نہ ہو گویا اس نے بیعت شکنی کر دی۔

تیسری بیعت میں مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ مُرید کا باطن نورِ سکون سے منور ہو جائے اور قلب کی صفائی اس کا وطیرہ ہو۔ یہ بیعت شکنی اس وقت ہوگی جب کہ مرید نورانیت سے قبل مرشد کو چھوڑ دے۔

دوبارہ بیعت کا حکم

تکرارِ بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اسی طرح صوفیہ کرام بھی اجازت دیتے ہیں۔ اگر کسی مُرشد سے فیض حاصل نہ ہو یا مرشد فوت ہو چکا ہو اور مرشد سے ایسی غیر حاضری ہو جائے کہ دوبارہ ملاقات کی سبیل نہ ہو۔ ان بزرگوں کے علاوہ اگر کوئی شخص متعدد مرشدوں سے مرید ہوتا ہے تو گویا ایسا شخص دین سے کھیل رہا ہوتا ہے۔ اسکی بیعت بد برکت اٹھ جاتی ہے اور مرشدوں کے دل ایسے شخص کی تربیت سے پھر جاتے ہیں۔

بیعت کا طریقہ

خُطبہ مسنونہ کے بعد آمنتُ باللہ اور کلمہ شہادت پڑھا جائے۔ پھر

Marfat.com

خمسہ ارکانِ اسلام کی تاکید۔ پھر گناہِ کبیرہ سے بچنے کی تلقین: وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (الآیۃ) اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ الخ (الآیۃ) پڑھے۔ پھر دُعا کرے اور ذِکر کی تلقین کرے۔ اگر سلسلہ کا نام بھی لے لے تو حرج نہیں کہ فلاں سلسلہ کا ذِکر تجھے تلقین کر رہا ہوں۔ ہمارے اکابرین کا معمولِ بیعت یہ ہے کہ وہ مُرید کا ہاتھ لے کر خود ایمان مفصّل تین بار پڑھتے، پھر شہادتین تین بار، پھر استغفار، پھر درود شریف، پھر دُعا اور تلقینِ ذکر۔

عورتوں کے مُرید کرنے کا طریقہ

کپڑا عورت کے ہاتھ میں دیا جائے، دُوسری طرف سے مرشد اس کپڑے کو پکڑ کر معمولِ بیعت ادا کرے۔ یہ عمل حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ زُبانی بھی جائز ہے بغیر کپڑے کے بھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ شفاء العلیل کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:

"میرے دادا محترم حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نے یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ" (اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو اور اس کے راستہ میں مجاہدہ (کوشش) کرو) مندرجہ بالا آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت

Marfat.com

کے استدلال کیا ہے۔ وسیلہ سے مراد ایمان بھی نہیں لے سکتے کیونکہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں ایمان کا ذکر آچکا ہے۔ تقویٰ بھی مراد نہیں لے سکتے کیونکہ اتقوا اللہ میں تقویٰ آچکا ہے اور تقویٰ نام ہے کرنے والی چیزوں کی تعمیل اور نہ کرنے والی چیزوں سے بچنا۔ وسیلہ سے جہاد مراد لینا بھی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بھی تقویٰ میں داخل ہے۔ پس لازمی ہوا کہ وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے اور پھر اسکے بعد جَاھِدُوا فی سبیلہ ہے۔ یعنی مجاہدہ و ریاضت۔ تاکہ فلاح حاصل ہو"

شاہ صاحب نے "انتباہ" میں فرمایا ہے کہ اوائل اُمت کی ارادت یہ تھی اور بیعت بھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ارتباط، صحبت، تعلیم و ادب سے تھا۔ اس وقت خرقہ نہ تھا جُنید بغدادیؒ سے خرقہ کی رسم ظاہر ہوئی۔ پھر اسکے بعد بیعت کی رسم پیدا ہو گئی۔"

آپ فرماتے ہیں کہ یہ اختلافات ارتباط کے لئے مضر نہیں۔ اختلافات صورت سے اختلافات مقصد میں فرق نہیں پڑتا۔ خرقہ کے لئے بھی اصل ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت عبدالرحمٰن بن عوف کو امیر لشکر مقرر کیا تو اس وقت آپ نے اپنا عمامہ دیا۔ (جب ظاہری لشکر کے لئے مرشد عمامہ دے تو شیطانی لشکر کے لئے اگر مرشد اپنا کوئی کپڑا دے تو اس

Marfat.com

اصل سے اقتباس لیا جا سکتا ہے) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مختلف اوقات میں بیعت لی۔"

پہلے زمانے میں فیض کا طریق دارتباط مرشد احادیث کو سننے اور ان کو یاد کرنے میں تھا۔ لیکن بعد کو کتابوں سے، قرارت سے اور سند سے کیا اور سجادہ میں ہوگیا۔ یہ صورت کا اختلاف ہے۔ ان سب امور سے سلسلوں کا ارتباط صحیح ہے اور ان سب کے لئے اصل موجود ہے۔ سند کی اصل، قراءت کی اصل۔ سب کتب احادیث میں موجود ہے۔ قراءت عبداللہ بن مسعود کی قرارت، سند کی اصل عبداللہ بن جحش کا صحیفہ۔ کتابت کی اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات جو مختلف ملکوں کو تحریر کئے تھے۔

خرقہ کی اقسام

بزرگان دین اپنے مریدوں یا دوسرے کسی شخص کو جس پہ ان کی طبعیت مائل ہو جائے۔ اپنی ٹوپی، رومال، پگڑی، قمیص، قبا، چادر یا جو کچھ موقع پر میسر ہو دے دیتے ہیں۔ اس کے پس منظر میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔

(ا) خرقہ اجازت اپنے کسی مرید کو اپنا نائب مقرر کرتے وقت دیتے ہیں کہ وہ دوسروں کو تلقین ذکر و بیعت کرنا۔ وغیرہ۔

Marfat.com

(ب) **خرقۂ ارادت** کوئی مُرید عمدہ جذبے کے ساتھ سلسلہ میں داخل ہوا اور مُرشد اس کے باطن میں استقامت ملاحظہ فرما کر خرقہ دے دیتے ہیں تاکہ وہ اس طریقہ و سلسلہ میں جدوجہد کرے۔

(ج) **خرقۂ تبرک** کسی پر مہربان ہوں اور اسے بزرگوں کی برکات سے نوازیں۔ بلا شرط۔

مختصر تعارف
حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبدالرحیم کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ اس گھرانے کے مسلمانانِ ہند پر بے پایاں احسانات ہیں، دین کے جتنے بھی مکاتبِ فکر ہیں ان کی سندِ علم و خصیلت ان تک پہنچتی ہے۔

پیدائش: آپ کی ولادت بروز بدھ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ میں ہوئی۔ عمر کے پانچویں سال مکتب گئے۔ ساتویں سال نماز و روزہ رکھا۔ اسی سال قرآن کریم ختم کیا۔ دسویں سال کتب کا کافی حصہ پڑھ لیا۔ چودھویں سال شادی ہوئی۔ پندرہویں سال والد سے بیعت کر کے اشغال صوفیہ میں کمال حاصل کیا۔ سترہویں سال والدِ گرامی کی وفات کے بعد آپ مسند درس و ارشاد پر

Marfat.com

فائز ہوئے۔ آپ نے علوم و تصوف میں تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔ اس ملک کا ہر ذی علم آپ کی ذات و صفات کا معترف ہے اور رہے گا۔ آپ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں دہلی میں ہوئی۔ مہدیوں میں حضرت کا مزار ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

○

قرآن اور تصوف

قرآنی تعلیم کو سامنے رکھ کر صوفی کے عمل کا تقابل کریں تو پوری تفصیل مطلوب ہوگی تاہم اس سلسلہ میں قرآن کے بیان کردہ حقائق کا تصوف سے کتنا جوڑ ہے۔ ہم صرف قرآن کے ایک لفظ کو لے کر اسکی تشریح خود قرآن کے بیان کردہ الفاظ میں صوفی پر منطبق کرتے ہوئے پھر قرآن سے تصوف کی مبادیات، احوال، مقامات کو تفصیلی طور پر پیش کریں گے۔

سورۂ بقرہ رکوع نمبر ۲۲ - میں ایک ارشاد ہے۔ نیکی اس کا نام نہیں کہ تم اپنی نماز میں منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان قیامت پر یقین، فرشتوں کا اقرار، آسمانی کتابوں اور پیغمبران اسلام کو ذہنًا مانے۔ اسکے بعد عملاً یہ ہے کہ اپنے مال کو خدا کی محبت میں، رشتہ داروں، جو مستحق ہوں، یتیموں پہ مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں، غلاموں کی آزادی میں خرچ کرے۔ عمل کے بعد جسمانی طور پہ نماز پڑھے،

Marfat.com

زکوٰۃ دے، وعدہ کا پابند ہو، قدرتی سختی مصائب پر جہاد میں بھی صبر کرے۔ اس قسم کے لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔ صحابہ کرام (اللہ کی رضا ان سب پر ہو) کی زندگیاں اسی آیت کا مصداق تھیں۔ انہوں نے نورِ نبوت سے اپنے باطن منور کئے ہوئے تھے۔ لیکن آج کے اس دور میں جو شخص جب تک اصلاحِ قلب نہیں کرتا، جسے قلب والوں کی اصطلاح میں تصوف کہا جاتا ہے، کسی مردِ کامل سے قلبی کیفیات کا طریق تجزیہ نہیں سیکھتا اور عمل کی مقبولیت کے لئے خلوص وللہیت کا امتیاز حاصل نہیں کرتا، اس میں علی الشمول مذکورہ بالا صفاتِ مطلوبۂ قرآن جمع نہیں ہو سکتیں۔ اسی چیز کو قرآن کریم نے صدق وتقویٰ کہا ہے۔ جس کا حصول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ نے حضور کی نظرِ فیض اثر سے کیا تھا اور آج صوفیاء و محققین اپنے مرشدین کاملین کی نظرِ عنایت سے حاصل کر رہے ہیں۔ یہی چیز قرآن کا منشا ہے اور ایسے ہی شخص پر صادق و متقی کا اطلاق ہوتا ہے۔

قرآن اپنے ابتداء ہی میں منعم علیہ کے راستہ کی دعا وطلب سے ایک مسلمان کو آگاہ کرتا ہے اور پھر اس کے ساتھ قرآن اپنے آپ کو سرچشمۂ ہدایت ثابت کرنے کے لئے متقین کو ممتاز کرتا ہے۔

متقی قرآن کی تعریف کی رو سے۔

(۱) جو نہ دیکھی ہوئی چیزوں، خدا، فرشتے، جنت، دوزخ پر یقین رکھنے والا۔

Marfat.com

(۲) نماز کی پابندی کرنے والا۔
(۳) خدا کی راہ میں خرچ کرنے والا، جملہ پیغمبران و کُتب سابقہ پر ایمان لانے والا، متقی کہلاتا ہے۔ اس کے اس عمل کا انجام ہدایت و فلاح ہوتی ہے۔ متقی کی تعریفات قرآن میں جگہ جگہ کی گئی ہیں۔ ہم صرف ایک دو جگہ سے استشہاد پیش کرتے اور ثبوت مُدعا کی طرف آ رہے ہیں۔

دُوسری جگہ، سُورۃ آلِ عمران پ۴ رکوع ۱۴۔

سے قبل آگ اور کُفر کا تعلق بیان کرتے ہوئے اطاعتِ خدا و رسُول کی تلقین کے بعد اس رکوع میں مسُلمانوں کو اللہ کی بخشش کی طرف جلدی کرنے کا حکم ہے جس کی تعمیل میں ایک وسیع و عریض جنت کی پیشکش ہے۔ یہ پیشکش کن لوگوں کے لئے ہے؟ اُن کے لیے جو متقی ہیں۔ ان کی صفات کیا ہیں؟

(الف) وہ وسعتِ مال اور تنگدستی دونوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ حالات ان کو متاثر نہیں کر سکتے۔ تنگدستی یا وسعتِ مال اُن کے ہاں برابر ہے۔

(ب) وہ لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اپنے غصّے کو دبا دیتے ہیں۔

(ج) جب اُن سے کوئی بُرا کام ہو جائے یا اپنے نفس پر خدا کے حکم کی مخالفت میں ظلم کر بیٹھیں تو وہ خدا سے بخشش مانگتے ہیں اور انہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ بخشش کرنے والا ہے۔ اپنے گناہوں پر کبھی اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے لئے جنّت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور بخشش خداوندی بھی، عمل والوں کے لئے کیا ہی عمدہ اجر ہے۔

Marfat.com

تیسرا مقام، سورۃ توبہ، پ۱۱، رکوع ۱۴: میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اپنے ساتھ ایک سودے کی طرف توجّہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:
" اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں۔"
اس سودے کے بدلے ان کو کیا ملے گا؟ " ان کے لئے جنّت ہے۔"
جب اُس کی راہ میں تُو خود شہید ہو جائے یا دُوسروں کو قتل کرے۔ اس سودے کی تحریر توراۃ، انجیل، قرآن میں بطور عہد کی گئی ہے۔ پس جو شخص اس معاہدے کی پابندی کرتے ہوئے اس پہ عمل کرے گا تو اس کا یہ سودا خوشی کا سودا ہو گا۔ اس پہ جتنا بھی خوش ہو، کم ہے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ پھر مومن کی تعریف اور اُس کی عملی زندگی کے مظاہر بیان کئے گئے ہیں جن سے تمیز ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مومن کا سودا کیا، وہ کن خصلتوں کا مالک ہے۔ سو ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ توبہ کرنے والے
۲۔ عبادت کرنے والے
۳۔ حمد کرنے والے
۴۔ خدا کی راہ میں سفر کرنے والے
۵،۶۔ رکوع و سجود کرنے والے
۷،۸۔ نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے۔
۹۔ خدا کی حدود کے محافظ۔

ایسے مومنوں کے لئے خوشخبری ہے۔

چوتھا مقام :- سورۂ مومنون پ۱۸، رکوع اوّل : میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :- "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" الآیۃ وہ مومن یقیناً فلاح پانے والے ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں۔ جو لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں۔ جو پاکیزگی کے عمل کرنے والے ہیں۔ جو زنا سے بچنے والے، جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس رکھنے والے ہیں۔ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ایسے لوگ جنّتِ فردوس کے وارث ہوں گے۔

ایک دُوسری جگہ سُورۃ معارج پ۲۹ رکوع اوّل میں بھی اسی قسم کے اوصاف کے علاوہ انسانیت کے پس منظر کے بیان میں کہ انسان بے صبر ہے۔ تکالیف میں واویلا شروع کر دیتا ہے۔ جب اُسے اچھائی ملے تو ہاتھ روک دیتا ہے۔ ایسی صفتوں سے انسان کو کب نجات حاصل ہوتی ہے، جب وہ نماز پڑھے، اپنے مال سے سائل و محروم کا حق مقرر کرے۔ قیامت پر یقین رکھے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے۔

مندرجہ بالا اوصاف کو لیکر کسی رُخِ زیبا کی تلاش کی جائے۔ جن میں یہ اوصاف ہوں تو یقیناً آپ کو ان جُملہ اوصاف سے متخلق صُوفی ہی نظر آئے گا۔ جس کا باطن کثرتِ ذکر کی بدولت اور شیخِ ناصح کے طفیل اور اسکی نظرِ تربیت کے اثر سے ان اوصاف سے بڑی ریاضتوں، خدمتوں، تکلیفوں کے بعد مزیّن ہوتا ہے۔ اسی طرح سُورۂ نور میں بھی ایسے افرادِ اُمّت کی کیفیت بیان کی گئی ہے جنہیں نہ تو تجارت اور خرید و

Marfat.com

فروخت، زکوٰۃ، نماز اور اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے۔ یہ کیفیت محض قیامت کے خوف سے ہے جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوں گی۔

یہ ہے متمکن صوفی کا مقام ——— اگر عام مسلمانوں کی یہ حالت ہے تو بحمداللہ سب صوفی ہوئے! قرآنی اوصاف جو کسی بھی عمدہ مسلمان پر منطبق ہو سکتے ہیں وہ صوفی کا ہی تشخص ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث جسمیں حضرت جبریل ایک سائل کی صورت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے احسان کے متعلق پوچھتے ہیں کہ احسان کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرماتے ہیں:

"کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریق پر کرے کہ تو اُسے دیکھ رہا ہو یا دُوسری کیفیت یہ ہو کہ تیرے تصوّر میں ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

یہ حدیث تصوّف اور صوفی کی کیفیات کی مظہر ہے۔ اس حدیث کے تحت کیفیات کے تجزیہ میں قرآن کے بیان کردہ اوصاف مومن و مسلم کو پرکھا جائے تو ہم کو صوفی کے "مبادیات اور طریقے۔ معاملات، اخلاق، احوال، اُصول، علاج، ولایت، حقائق، نیابات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسی چیز کو لے کر بعض صوفیاء کرام نے اپنی کتابوں میں صوفی کے تشخص

Marfat.com

سے قرآنی آیات کے تحت بحث کی ہے۔ ہم بھی اپنے احباب کے استفادہ کے لئے قرآن کی آیات کی روشنی میں صوفی کی کیفیات کو زیر بحث لاتے ہوئے تصوف کے ان جملہ حقائق سے بحث کریں گے۔

مبادیاتِ تصوف قرآنی آیات کی روشنی میں دس ہیں:

(۱) بیداری (۲) توبہ (۳) محاسبہ (۴) انابت
(۵) تفکر (۶) تذکر (۷) اعتصام (۸) فرار
(۹) ریاضت (۱۰) سماع۔

نمبر۱: بیداری جب کسی بندۂ خدا کا دل زندگی کے لئے تڑپ محسوس کرتا ہے تو وہ متنبہ ہو جاتا ہے اور غفلت سے بیدار ہو کر طلبِ الٰہی کی جستجو میں بے قرار ہوتا ہے۔ اسکے اسباب میں سے نعمائے خداوندی کا احساس۔ اپنے قصور کا اعتراف۔ شکرِ نعمت، عمر کے فقدان پر افسوس اور زادِ آخرت کے لئے پُرخلوص عمل ہیں۔ قرآن کریم میں اس کے لئے مندرجہ ذیل آیت ہے۔

قُل اِنَّمَا اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ۔ (سورۂ سبا پ۲۲)

کہدیں آپ اے پیغمبر کہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں ایک بات کی کہ تم اللہ کے لئے کھڑے رہو

نمبر۲: توبہ:۔ بیداری کے بعد جب انسان اپنے اعمال کا جائزہ لیتا

Marfat.com

ہے تو اپنے گناہوں پر اُسے ندامت ہوتی ہے۔ یہ ندامت اُسے آیندہ گناہ سے توبہ پر آمادہ کرتی ہے۔ خدا کی عظمت تائب کے سامنے ہوتی ہے اور اس کا جلال اُسے آیندہ کے لئے نیکی پر آمادہ کرتا ہے۔

اسی لئے قرآن توبہ کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔" — جو توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

(حجرات 4/11)

اور یہی توبہ مومن پر فرض کی جاتی ہے۔

"توبوا الى الله جميعا ايها المومنون۔ — اے مومنو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور گناہوں سے باز آجاؤ)

(سورۂ نور 4/31)

نمبر ۲: محاسبہ

جب توبہ پر کسی بندے کو استقامت نصیب ہو جاتی ہے تو وہ حقوقِ خداوندی کے تصوّر کے تحت اپنے نفس کا تجزیہ کرنے لگ جاتا ہے اور قیامت کے ہَول کے تحت وہ عمل کی دُنیا میں قدم رکھ دیتا ہے جس طرح قرآن فرماتا ہے:

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ — "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اپنے نفس کا محاسبہ کرو کہ تم نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے)

(سورۂ حشر ۳ : ۱۸)

Marfat.com

نمبر۴: انابت عملی دُنیا میں جب توبہ کے تحت ایک سالک قدم رکھتا ہے تو اُس کے عمل کا رجحان اخلاص و تقویٰ کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور وہ اعتراف قصور کے تحت قرآنی حکم: ....

وانیبوا الی ربکم واسلموا له۔ (الزمر ۶: ۵۴) "تم اپنے رب کی طرف پوری طرح مائل ہو جاؤ اُسی کی رضا ہی کی طلب رکھو۔"

...... کو دیکھتے ہوئے مائل بہ طلب رضا ہو جاتا ہے۔

نمبر۵: تفکّر جب محاسبہ اور انابت اُسے پوری طرح میسر آجائے تو وہ مقصد کے تعین میں سوچنے لگ جاتا ہے۔ طلب رضا کے لئے اس کی جستجو کے سوتے پھوٹ پڑتے ہیں اور وہ دن رات رضائے الٰہی کی فکر میں ہوتا ہے جس طرح قرآن فرماتا ہے۔

وَاَنزَلنَا الیك الذّکر لتبیّن للنّاس مَا نزّل الیهم ولعلهم یتفکّرون۔ (سورۂ نحل ۶: ۴۴) ہم نے قرآن آپ کی طرف اتارا تاکہ آپ لوگوں کو اس کا مُدّعا بیان کریں کہ اس کے نزول کا تقاضہ کیا ہے اور وہ اس تقاضے کے متعلق سوچیں۔

یہ تفکر صُوفی کے دامنِ طلب سے چمٹ جاتا ہے۔

نمبر۶: تذکّر تفکّر میں طلب ہوتی ہے اور تذکر عمل ہے جب تفکّر کی

Marfat.com

وادی میں سالک ہوتا ہے تو وہ اپنے ابنائے جنس کے احوال دیکھ کر اپنی راہ متعین کرتا ہے کہ میں اپنے عمل کے خلوص میں کن لوگوں کے نقشِ پا کو مشعلِ راہ بناؤں۔ اسی لئے قرآن کا حکم ہے۔

" وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ " (مومن ۱۳/۲)

(جو انابت رکھتا ہے وہی نصیحت کرتا ہے)

یہ تذکر ، ماحول سے نصیحت کا قبول کرنا ، قرآنی تعلیمات کی رُو سے صوفی کے مُبادیات میں سے ہے۔

نمبر۷ : اعتصام | جب سالک راہِ خداوندی اپنے عمل کا راستہ متعین کر کے اس پر قدم رکھتا ہے تو اسکے داخلی و خارجی دشمن اس سے برسرِ پیکار ہونے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ سالک اپنی جملہ توانائیوں کو ان دشمنوں کے مقابلہ میں ہیچ سمجھ کر قرآن کی رُو سے ......

" وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ " تم اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق جوڑو! وہ تمہارا مولا ہے۔ تمہارا تحفظ کریگا۔

(نساء ۱۴۶/۲۱)

.... اللہ سے پیوستگی کے عمل کو تیز کرنے لگ جاتا ہے اور یہ پیوستگی اُسے داخلی و خارجی دشمنوں کے مقابلہ میں استقامت بخشتی ہے۔

نمبر۸ : فرار | جب وہ اپنی قوت یا ماحول کے حالات پر نظر رکھتا ہے تو دشمن کے مقابلہ میں اُسے سب ہیچ نظر آتے ہیں اسلئے وہ اپنے مقصد

Marfat.com

کا رُخ متعین کر کے شاہراہِ خداوندی کے قبلۂ مقصود کی طرف "فَفِرُّوا إِلَى اللّٰہِ ۔ (الذاریات ۵۰:۵۱) (تم اللہ کی طرف دوڑو) کے قرآنی حکم کے تحت دوڑنا شروع کر دیتا ہے اور اسکی یہ دوڑ کبھی ختم نہیں ہوتی۔

مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اُسکو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

نمبر۹: ریاضت

اللہ کی طرف دوڑنا ایک ریاضت ہوتی ہے ۔ اس ریاضت میں اُسے جو چیز مصروفِ عمل رکھتی ہے وہ مقصد کا حضور وشہود ہے ۔ یہ حضور وشہود اُسکی ریاضت در ریاضت بن جاتی ہے ۔ جس طرح قرآن کریم میں ہے :

"وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" ( )

جو لوگ ہماری طلب میں مجاہدہ کرتے ہیں ، دوڑتے ہیں ہم ان کو اپنے قُرب کے راستے بتاتے ہیں

(اور مقصد کا تصور اُسے پیشِ نظر کراتے رہتے ہیں)

نمبر۱۰: سماع

جب سالک راہِ قُرب طے کرنے میں مصروف ہوتا ہے تو راہ کی مشقت میں اُسے سستی سے بچانے کے لئے نعمتِ خداوندی کا ہے چند مگر سالک سے شعور واحساس کو قرآن کے فرمودہ کے تحت "لو علم اللہ فیہم خیرا لاسمعہم" (الانفال ۲۳) (اگر خدا ان میں بہتری

Marfat.com

دیکھا تو ان کے شعور و ادراک کو پختگی بخش کر بھی کسی سالک کو اپنی طلب میں تیز کیا جا سکتا ہے اور یہ سماع اسکے شعور و احساسات کی پختگی کی وجہ سے ہوتا ہے جسکے تحت وہ ماحول کا عکس اپنے اندر جذب کر کے مستانہ وار کہتا ہے۔

ع   نہ تنہا من در ایں میخانہ مستم

تصوف کے راستے اور قرآن کریم

ویسے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی تک پہنچنے کے راستے مخلوقات کی سانسوں سے بھی زیادہ ہیں مگر ہم یہاں قرآنی آیات کی روشنی میں ان کا تعین کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(حزن، خوف، اشفاق، خشوع، اخبات، زہد، ورع، تبتل، رجاء، رغبتہ۔)

حُزن : جو چیز فوت ہو جائے اس کے لئے درد اور جو نہ حاصل ہو سکے اس کے لئے افسوس کا نام ہے۔ سالک اپنی عبادات میں جب شعور و ادراک کی پختگی حاصل کر لیتا ہے تو قرب الٰہی کے دروازے پر پہنچ کر اپنی فطرت کے لحاظ سے قرب کا راستہ متعین کرتا ہے بعض لوگوں کا داخلی تجزیہ اور باطنی داعیہ حزن ہوتا ہے۔ وہ اپنی بے کسی اور ماحول کے تغیر کے بنا پر جو قرب الٰہی کے لئے چاہتے ہیں۔

Marfat.com

اور جس عمل کی تڑپ رکھتے ہیں انھیں حالات سدِ راہ ہوتے ہیں اس لئے وہ حُزن کا شکار ہو جاتے ہیں جو ان کے قُربِ الٰہی کا سبب بن جاتا ہے جس طرح قرآن کریم میں ہے :

تولوا واعینهم تفیض من الدمع ۔ (توبہ ۱۲ : ۹۲)

"وہ جہاد میں سواری نہ ملنے کی وجہ سے لوٹے اس حال میں کہ ان کی آنکھیں غم و حزن کے آنسو بہا رہی تھیں۔"

خوف

خوف بھی قُربِ الٰہی کا ایک راستہ ہے۔ جس وقت سالک عظمتِ الٰہی کا تصور کرتا ہے اور اسکی بے نیازی کی طرف خیال چلا جاتا ہے تو عقوبت کے ڈر سے اسکے بدن میں کپکپی شروع ہو جاتی ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے :

"یخافون ربهم من فوقهم" (النحل ۱۶ : ۵۰)

(وہ اپنے ربّ سے جو بلندیوں پر ہے ڈرتے ہیں)

اشفاق

اشفاق اس ڈر کو کہا جاتا ہے جس میں رحم بھی ہو۔ سالک دل کی نگہبانی میں ہوتا ہے اور اپنے اوقات کے تغیّر و تبدل میں رہتا ہے جہاں کہیں اس کا وقت ضائع ہو یا ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا جو غافل ہوتے ہیں تو وہ اشفاق کی کیفیت کے تحت نہ تو ماحول سے جھگڑتا ہے اس لئے کہ ایسا ماحول قابلِ رحم ہے اور نہ اپنی بے بسی کے متعلق کچھ کرتا ہے البتہ دل

Marfat.com

کی کیفیت کی وجہ سے اس کا رجحان قربِ الٰہی کی طرف ہوتا ہے اسلئے بہت جلد وہ بندگی کی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اس کیفیت کے متعلق بیان ہے:

اِنَّا کُنَّا قبل فِی اھلنا مشفقین۔" (سورہ طور ۱۱ ۲۶)

ہم اس سے قبل اپنے اہل وعیال میں بھی عظمتِ خداوندی کا ڈر رکھتے ہوئے اس کے قرب کے متلاشی تھے۔

خشوع

دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں سالک راہ کے نفس کا جوش مدھم پڑ جائے اور طبیعت میں عظمتِ الٰہی رچ بس جائے۔ یہ کیفیت بھی قربِ الٰہی کا ایک راستہ ہے۔ جس طرح کہ قرآن کریم میں ہے:

الم یأن للذین اٰمنوا اَن تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ وما نزل من الحق۔ (حدید $\frac{۲}{۱۶}$)

کیا مومنوں کے لئے وہ وقت نہیں آسکا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے خواہشات کو مدھم کر دیں اور جو حق نازل ہوا اسکی پیروی کے لئے تیار ہو جائیں۔

اخبات

دل کی وہ کیفیت ہوتی ہے جو سالک راہِ خداوندی کو اپنے مقصد کی طلب میں مطمئن کئے ہوتے ہوتی ہے۔ نہ تو اس کا دل کسی عارض سے وحشت محسوس کرتا ہے اور نہ اسکے ارادے میں نقص آتا ہے اور نہ ہی اسکی طلب کی راہ میں کوئی فتنہ حائل ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن

Marfat.com

کریم ایسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے " وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ " (ایسے مطلمئن لوگوں کو اے پیغمبر خوشخبری دیں۔) (حج ۳۴)

زُھد سالک راہِ قُرب کی وہ کیفیت ہے جس میں وہ ابنائے جنسِ دُنیاوی سے کسی معاملہ میں نہیں جھگڑتا۔ حرام کا ارتکاب تو کجا وہ حلال جو اُسکی ضرورت سے زیادہ ہو اس کی طرف بھی توجہ نہیں دیتا۔ وہ اپنے اوقات کو تعمیرِ آخرت اور قربِ الٰہی میں مصروف رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک وجود و عدم دُنیا برابر ہوتا ہے اور اسکی نظر قرآن کے حکم " بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ (ھود ۸۶) (اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ والی چیز ہی باقی رہے گی) پر ہوتی ہے۔

ورع سالک کی وہ کیفیت ہوتی ہے جو اُسے حدودِ الٰہیہ پر قائم رکھے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات کو اخلاقِ ذمیمہ اور افعالِ قبیحہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھتے ہوئے اپنے اندر ڈر محسوس کرے۔ وہ ہر اس داعیہ سے اجتناب کرتا ہے۔ جو اسکے تفرقہ کا باعث ہو اور اسکی جمعیتِ خاطر کو تباہ کرے۔ قرآن کریم میں اس کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے،
" وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ " (اور تو اپنے جامے کو پاک رکھ)
(سورۂ مدثر ۴)

تبتل :- سالک کے کُلّی انقطاعِ ماسوٰی کو تبتل کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

اس کیفیت میں سالک نہ تو کسی خواہش کا میلان اور نہ کسی غیر کا خیال رکھتا ہے۔ نفس خواہشات سے کنارہ کش ہو کر انکشافات کی تجلیوں اور روح کی خوشبوؤں سے مانوس ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے:

"وتبتل الیہ تبتیلا" (اور اللہ کی طرف رجوع کرو)

(مزمّل $\frac{1}{8}$)

رجاء سالک کی بنیادی کیفیت ہوتی ہے جس سے وہ سلوک میں تردّد کا شکار رہتا ہے۔ بالآخر اس کا تردّد آخرت کے رجحان سے مغلوب ہو جاتا ہے اور سالک تعمیر آخرت اور قرب الٰہی میں اپنا شغل شروع کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ۔ (تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں عمدہ نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کی طلب کی امید رکھنے کا خیال رکھتا ہو)

(ممتحنہ $\frac{1}{4}$)

رغبتہ رغبتہ بھی رجاء کی طرح ایک کیفیت ہے لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ رجاء میں امید ہوتی ہے تحقق نہیں ہوتا اور رغبتہ میں تحقق فعل ہوتا ہے۔ مطلب کے لئے اپنی قوت کا استعمال اور مقصود کی طلب میں حرکت۔ مدّعا کی طلب کا احساس۔ اس کے متعلق

قرآن کریم میں آیا ہے :

"یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا" (وہ ہم کو رغبت اور ڈر سے یاد کرتے تھے)
(انبیاء : ۹۰)

یہ ہیں قربِ الٰہی کے وہ راستے جن کے متعلق قرآن کریم میں ارشادات موجود ہیں اور یہی وہ کیفیات ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ یہ قربِ الٰہی کے مسافروں کی اپنی اپنی فطرت وطبعیت کے لحاظ سے ہوتی ہیں ۔

تصوّف کے معاملات

یہ بھی قرآنی آیات کی روشنی میں دس ہیں :

(رعایت ، مراقبہ ، حرمت ، اخلاص ، تہذیب ، استقامت ، توکل ، تفویض ، اعتماد ، تسلیم)

رعایت صوفی اپنے اوقات ، اعمال ، احوال میں انتہائی باریک بین ہوتا ہے وہ اپنے عمل میں ہر اس عمل کی رعایت کرتا ہے جو معتبر ترین ہو اور وقت کے لحاظ وقت کی ضیاع سے بچتا ہے ۔ احوال کے لحاظ عمدہ کی طلب میں رہتا ہے ۔ قرآن کریم نے جن لوگوں نے بندگی میں رعایت کا خیال نہ رکھا کے متعلق فرمایا ہے ۔

" فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا " انہوں نے اسکی حق رعایت کا خیال

Marfat.com

(سُورۂ حدید : ۲۷/۴) نہ رکھا۔)

مراقبہ صُوفی کے اس معاملہ کا نام ہے جس میں وہ اپنے اعمال اوقات کو غفلت میں نہیں گذرنے دیتا۔ احوال میں عمدہ کے خیال میں رہتا ہے۔ اعمال میں مقبول و خلوص والے عمل کی نگہبانی کرتا ہے۔

قرآن کریم حضور علیہ السلام سے فرماتا ہے :

فارتقب انھم مرتقبون۔ آپ انتظار کریں انہیں دیکھا جائیگا۔

(دخان ۳ : ۵۹)

حُرمت صُوفی کا وہ معاملہ ہے جسمیں وہ اپنے اعمال، اوقات احوال کو عظمتِ الٰہی کی مناسبت میں مشغول رکھے۔ وہ اپنے اعمال میں نہ تو ثواب کا طمع رکھے اور نہ خوفِ عقوبت ہو اور نہ ہی اُسے ریاکاری کے اعتبار سے کرے۔ صرف عظمتِ الٰہی اسکے باطن پر سوار ہو۔ اس معاملہ کے متعلق قرآن کریم میں ہے :

" ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ " جو اللہ کی عظمت کی حُرمت کا خیال رکھے تو وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔

(حج ۴ : ۲۰)

اخلاص صُوفی کے اس معاملہ کا نام ہے جو وہ بندگی میں احوال

Marfat.com

ہیں، اوقات میں دید سے مافوق ہو بلکہ اپنے عمل، حال، وقت سے محجوب رہتا ہو اور شہود الٰہی کی پختگی اور عظمت کے آگے اپنی بندگی کو قابل قبول ہی نہ سمجھتا ہو۔ رسومات سے بالکل آزاد ہو اور بندگی میں پختہ۔ قرآن میں اسی ہی کی طرف اشارہ ہے:

"الا للہ الدین الخالص" (اللہ کے لئے ہی خالص دین ہے)

(زمر ۳/۳)

تہذیب ذہنی رجحان اور پاکی کا نام ہے جو سالک قرب الٰہی میں قدم رکھتا ہے تو ذہنی طور پر قرب الٰہی کی خاطر اپنے باطن کو آمادہ قرب کرتا ہے اور راہِ قرب میں ذہنی صفائی کی جو ضرورت ہوتی ہے۔ ذہن اس کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر اسکی طلب میں سستی اور فترت نہیں ہوتی اور مقصد کی طرف رواں دواں چلنے لگتا ہے۔ سالک کا یہ معاملہ "فلما افل قال لا احب الافلین" (میں ڈوبنے والوں سے دوستی نہیں رکھتا) سے مستنبط کیا جا سکتا ہے جو سالک کے ذہنی رجحان اور تہذیب کا پتہ دیتا ہے۔

استقامت سالک کے اس معاملہ کو کہا جاتا ہے جو راہِ قرب میں باطنی قوت کے تحت اُسے مقصد سے اِدھر اُدھر سرکنے نہیں دیتا۔ یہ ایک باطنی بیداری ہوتی ہے جو اُسے مقصد پہ مضبوطی سے جمائے رکھتی ہے

Marfat.com

قرآن کریم کی آیت " فاستقیموا الیہ " (اسکی طلب میں استقامت سے رہو) سے یہی باطنی استقامت مراد لیجاسکتی ہے۔ (انعام ۹ : ۶۷)

توکل

سالک کے اس معاملہ کا نام ہے جس میں وہ اپنے مالک و متصرف حقیقی کے لئے اپنے باطن میں سپردگی محسوس کرے۔ یہ انتہائی مشکل معاملہ ہوتا ہے کیونکہ سالک کا ذہن جب تک ماسوٰی سے مایوس نہ ہو جائے اور کائنات میں ملکیت کا تصور صرف خدا ہی کے لئے محسوس نہ کرے اس وقت تک توکل کا معاملہ ڈانواں ڈول رہتا ہے۔ قرآن کریم میں اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ.....

عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلُوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ (اللہ پر ہی اعتماد کلی کرو اگر تم مومن ہو)

(سورۂ یونس ۹)

تفویض

تفویض بھی توکل کی طرح سالک کا باطنی معاملہ ہوتا ہے جو وہ اپنے مالک سے برتتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ توکل سبب کے وقوع کے بعد ہوتا ہے۔

ع بر توکل زانوا شتر بہ بند

اور تفویض سبب کے وقوع سے قبل اور بعد دونوں میں ہوتی ہے۔ تفویض کے مقابلے والا سالک کبھی بھی کائنات میں کسی دوسرے کا

Marfat.com

تصرف محسوس نہیں کرتا۔ بقول شیخ سعدیؒ سے

از خدا دان خلاف دشمن و دوست
کہ دل ہر دو در تصرف اوست

وہ کائنات میں مصروف عمل رہتا ہے۔ نہ تو کبھی کے بُرے ارادے اُسکی تفویض و استقامت میں فرق لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس معاملہ کیطرف مومن آلِ فرعون کے قول کی طرف سے اشارہ معلوم ہوتا ہے جو اس نے کہا تھا۔

"اُفوض امری الی اللہ" (میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں)

اعتماد و وثوق

توکل کی آنکھ کی سیاہی اور تفویض کے دائرے کا نقطہ تسلیم کے دل کی گہرائی کا نام ہے اعتماد۔ یہ اعتماد علی اللہ صبر و رضا کے ملے جلے اور تفویض و تسلیم اور توکل کے مخلوط معاملے کا نام ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اس معاملہ کی تعلیم دی گئی ہے:

فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم۔ (جب تو اس کے ضائع ہونے سے ڈرے تو دریا میں بہا دے)

(سورۂ قصص ۷:۱)

سبحان اللہ! اعتماد علی اللہ کی کیا شان ہے۔

"نجیناک بالتلف من التلف" (ضائع ہونے والے اسباب کی بدولت ضائع کرنے والی چیز سے نجات دینا)

Marfat.com

مالکِ حقیقی ، فاعلِ حقیقی ، مؤثرِ حقیقی ، اللہ جل جلالہٗ کا ہی کام ہے جس کے تعلق اور قُرب رکھنے والے بھی عجیب ہوتے ہیں۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر
توکہ دانی کہ درین راہ سوارے باشد

تسلیم

سالک کے معاملاتِ قُرب میں اس کا مقام بلند ہوتا ہے۔ حالاتِ زندگی میں باطن کو اللہ تعالیٰ کے تصرّف کے آگے بے جان گیند کی طرح رکھدے اور قدرت کے تصرفات جو بھی پیش آئیں ان کی مساعدت باطنی سلامتی کے ساتھ ہونا، تسلیم کہا جاتا ہے۔ مقادرِ الٰہیہ پر ذرا سا بھی شُبہ قرب کے مقام سے بُعد کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیتا ہے۔ قرآن کریم حضور کے احکامات میں ایک مومن سے تسلیم کا یہی مطالبہ کرتا ہے۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما ۔
(نساء : ۹ : ٦٥)

(خدا کی قسم! یہ مومن مسلمان اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک آپ کے فیصلے پر جو ان کے آپس میں اختلاف میں آپ کرتے ہیں نہ مانیں اور اس فیصلے کے متعلق ان کے باطن میں کوئی تنگی نہ ہو اور وہ تسلیم و رضا کے پیکر نہ بن جائیں)

یہ تو حضور کے فیصلے کے متعلق ارشاد ہے ، جنابِ باری تعالیٰ کے متعلق

Marfat.com

بھی تو معاملات میں اہلِ قرب اپنے لئے تسلیم کی چادر اوڑھنا ضرور پسند فرمائیں گے۔

ے کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

○

اخلاقِ تصوّف

اخلاق، جس سے کسی بھی مومن و مسلم کا متصف ہونا ضروری ہے اور صوفی جس کا مقصدِ حیات ہی بلند اوصاف سے متصف ہونا ہوتا ہے کی دس اقسام ہیں۔

(صبر۔ رضا۔ شکر۔ حیاء۔ صدق۔ ایثار۔ خلق۔ تواضع۔ فتوہ۔ انبساط)

صبر صوفی کے اس اخلاق کا نام ہے جس سے وہ اپنے نفس کو ضبط میں رکھتا ہے۔ گناہ سے روکتا ہے۔ مصائب میں عمدہ مظاہرہ کرتا ہے اور اطاعتِ خداوندی میں رضامندی کا داعیہ رکھتا ہے۔ ان درجاتِ صبر کی طرف قرآن کریم میں اشارہ ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔ (آلِ عمران ۲۰۰)	اے ایمان والو! تکلیف میں صبر کرو اور گناہ سے بچو اور اطاعت پر قائم رہو۔

Marfat.com

رضا سالک کے اس خلق کو کہا جاتا ہے جس میں سچی طلب کے تحت جہاں ہو وہیں بسے۔ نہ تو آگے بڑھے نہ پیچھے ہٹے نہ زیادتی کی طلب رکھے اور نہ حالات کی تبدیلی چاہے۔ یہ اس کا خلق ہوتا ہے۔ صاحب رضا ایک پرسکون ستون کی طرح ماحول میں قائم رہتا ہے۔ اسی کیفیت کو سامنے رکھ کر چشتی حضرات کے ہاں جو شعر مشہور ہے :

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغِ چشتیاں ہرگز نمیرد

کچھ ایسی ہی اخلاقی کیفیت کا مظہر ہے۔

اسی بارے میں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے :

"یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ"
(سورۃ الفجر ۲۷،۲۸)

(اے پرسکون نفس اپنے رب کی طرف خوش خوش لوٹ)

شکر سالک کی اس اخلاقی کیفیت کا نام ہے جو نعمت کی پہچان سے منعم (انعام کرنے والے) کی عظمت کا معترف ہو کر منعم کی تعریف بیان کرے۔

قرآن کریم میں اس اخلاقی کیفیت کی طرف ......

"قلیل من عبادی الشکور" (پارہ ۲۲/۱۳) میرے بندے بہت تھوڑے شکر ادا کرنے والے ہیں۔

...... سے اشارہ ہے۔

Marfat.com

حیاء سالکین کی اخلاقی کیفیت ہوتی ہے جس کے تحت وہ شہودِ خطرات میں ہونے ہوئے تفرقہ، ربطِ غلق سے بچائے رکھتی ہے۔ موانست کی دُنیا میں وہ معیت الٰہیہ سے سرشار ہوتے ہیں۔ اس کیفیت کی طرف قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

'الم یعلم بان اللہ یری' کیا اُسے یہ علم نہیں کہ خدا دیکھ رہا ہے جو اس سے حیا کرے۔
(علق ۱۴:۱)

صدق سالکِ راہِ قرب کی اس اخلاقی کیفیت کا نام ہے۔ جس میں کسی حقیقت کے حصولِ وجود کا تحقق ہو۔ صدق کی علامات میں سے یہ ہے کہ سالک میں بدعہدی کا داعیہ نہ ہو۔ طلب میں سُستی نہ ہو۔ ضد کی صحبت سے نیچے رُخصت کو پیچھے چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں اس کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔

"فاذا عزم الامر فلو صدقوا اللہ لکان خیرا لھم" (جب کسی عمل کا عزم ہو جائے اور یہ اسمیں سچے ہوں تو ان کے لئے بہتر ہوتا)
(سورہ محمد ۲۱:۲)

ایثار سالکِ راہِ حق کی اس کیفیت کا نام ہے جسمیں وہ دیگر مخلوق کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس کے دین میں، راہِ حق میں، وقت میں کوئی فساد نہ آتا ہو۔ قرآن کریم میں اس کیفیت کی طرف

Marfat.com

یوں ارشاد ہے:

وَیُؤثِرونَ علیٰ انفسہم وَلَوکَانَ بِہم خصاصۃ۔ (سورۂ حشر)

وہ اپنے نفس پر دُوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود ان کی اپنی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔

خُلق سالکِ راہِ حق کی ایک بنیادی کیفیت ہے۔ تصوّف میں خلق، اچھائی کا پھیلاؤ اور ایذا سے بچاؤ کا نام ہے:

"اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم" آپ بلند اخلاق کے مرتبے پر فائز ہیں۔

یہی صداقت تھی اور یہی ہمیشہ شیوۂ اہلِ سلوک و عرفان رہا ہے۔

؎ آئینِ ما است سینہ چو آئینہ داشتن
کفر است در طریقتِ ما کینہ داشتن

(ہمارا طریقہ یہ ہے کہ دل کو شیشہ کی طرح صاف رکھیں۔ دل میں کینہ رکھنا ہم کفر سمجھتے ہیں)

تواضع سالکِ راہِ قُرب کے اس باطنی اخلاق کا نام ہے جس میں وہ رضائے الٰہی کے موافقت میں اپنی رضا کو تابع بنا دے۔ مسلمان کو بھائی سمجھے۔ کسی دشمن پر اپنا حق نہ جتائے۔ دُوسروں کا عذر قبول کرے۔ حق کی عظمت میں اسکی ذات گم ہو۔ قرآن کریم میں اس آیت میں اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا ۔ (فرقان ۲ : ۳۶)

اللہ کے بندے زمین پر تواضع سے پھرتے ہیں۔

فتوہ سالک کے اس اخلاق کا نام ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے لئے کوئی مقام فضل نہ سمجھے اور نہ ہی کسی حق کا طلبگار ہو۔ دشمن سے نرمی برتے۔ عذر والے کو معاف کرے۔ عذر والے کا عذر قبول کرے۔ جو شخص دشمن کو سفارش پر مجبور کرے اور اپنے کئے پر معذرت سے شرمندہ کرے وہ فتوہ کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا۔ تعلق باللہ کے خصوصی علم میں فتوہ کا بلند مقام ہے۔ قرآن کریم میں اصحاب کہف کو اصحاب فتوہ کہا گیا ہے:

انھم فتیۃ امنوا بربھم وزدناھم ھدی۔ (کہف $\frac{2}{16}$)

(یہ جوان ہیں جو اللہ پر ایمان لائے ہم نے انہیں ہدایت میں زیادتی بخشی۔

انبساط تعلق باللہ میں اس اخلاقی کیفیت کا نام ہے جس میں سالک کی وحشت مفقود ہو۔ اور اپنی افتاد طبع سے معاملہ کرے۔ قرب کے فرش پر بندگی کی عظمت سے بیٹھے۔ اس کیفیت کی طرف حضرت موسٰی علیہ السلام کے اس مکالمہ کی طرف اشارہ ہے جس کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

"افتھلکنا بما فعل السفھاء (کیا تو اے خدا ہم کو بیوقوفوں کی وجہ

Marfat.com

مِنّا ان ھی الا فتنتك تضل بھا من تشاء و تھدی بھا مَن یشاء۔ (اعراف ۱۱ : ۱۵۵)

سے ہلاک کرتا ہے۔ یہ سب کچھ تیری آزمائش ہے جس کی وجہ سے تو جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔)

اُصولِ تصوّف

اُصولِ تصوف بھی قرآنی مطالعہ سے دس معلوم ہوتے ہیں :

۱۔ قصد ۲۔ عزم ۳۔ ارادہ ۴۔ ادب ۵۔ یقین
۶۔ انس ۷۔ ذکر ۸۔ فقر ۹۔ غنی ۱۰۔ مقام مراد

۱۔ قصد

سالک کے ارادہ کی اس پختگی کا نام ہے جس کے تحت وہ اسباب کی پرواہ کئے بغیر موانعات اور مشکل کو عبور کرتے ہوئے قربِ الٰہی کے راستہ میں قدم رکھے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اسی اُصول کی طرف اشارہ ہے :

من یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ (نساء ۱۱ : ۱۰۰)

جو شخص اپنے گھر سے اللہ کے قصد وارادہ سے نکلے پھر اُسے راستہ میں موت آجائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

عزم | قصد میں تو طبیعت کا تقاضا ہوتا ہے مگر عزم میں قربِ الٰہی کے لئے سفر کا پختہ ارادہ، جس میں طبیعت پر جبر واکراہ بھی شامل ہوتا ہے اس پس منظر میں جبلّت عزم کو بھی اہم دخل ہو کر وہ قربِ الٰہی کے لئے کس باعث سے بے چین ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں کہا گیا ہے:

"فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ" جو تو عزم کرے تو پھر تکمیل ارادہ سے
(آل عمران ۱۵۹) پس و پیش نہ کر بلکہ اللہ پہ توکل کر۔

ارادہ | سلوک راہِ حق کے لئے یہ ایک بنیادی اصول ہوتا ہے اور قوانین تصوف میں سے ایک قانون ہے جس کے باعث انسان سالکین راہِ قرب کے انفاس سے متمتع ہوتا اور وطن سے غربت اور اخوان کی صحبت اس کا لازمہ ہوتا ہے۔ اسی اصول کی طرف قرآن کریم میں ہے۔

"قل کل یعمل علی شاکلتہ" ہر شخص اپنے ارادے کے تحت
(بنی اسرائیل ۹/۸۴) عمل کرے۔

ادب | سلوکِ قرب میں حدود کا تحفظ، افراط و تفریط سے بچنا، نہ تو مایوس ہو کر اور نہ ہی مطمئن ہو کر عمل کو چھوڑ دے۔ باطنی کیفیات میں قبض و بسط، سرور و مشاہدہ میں حدِ اعتدال میں ہے۔ قرآن کریم میں اس اصول کی طرف مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ ہے۔

Marfat.com

"وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدُ اللّٰہَ" (وہ اللہ کے حدود کے محافظ ہو تے ہیں)
(توبہ ، ۱۲ : ۱۲)

یقین

سالکِ راہِ حق کا وہ اُصول ہے جو اسکو منازل کے طے کرنے میں سواری کا کام دیتا ہے۔ یقین حق کی قبولیت کا نام ہے جو بغیر کسی دلیل اور مشاہدہ کے ہو۔ قرآن کریم میں اس طرف اشارہ ہے۔

"وَ فِی الْاَرْضِ اٰیات للموقنین" (ذاریات) "زمین میں یقین والوں کے لئے نشانیاں ہیں"

اُنس

سالکِ راہِ حق کے رُوحانی قرب کا وہ اُصول ہے جس سے وہ ذکر کی لذت ، فنائیت کی چاشنی ، شوق لقاء کی کیفیت میں مست رہتا ہے۔ اسی کیفیت کی طرف حدیث شریف میں بیان ہے۔

"اَسْئَلُکَ شَوْقاً لقائک من غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ" (اے خدا! میں تجھ سے تیری ملاقات کا شوق رکھتا ہوں کسی مضر کی ضرر اور کسی گمراہ کرنے والے فتنہ کے بغیر)

قرآن کریم میں آیت ذیل سے اسکی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

"واذا سئلک عبادی عنّی فانّی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" (میرے متعلق جب میرے بندے پوچھیں تو میں قریب ہوں میں پکارنے والے کی پکار سُنتا ہوں)

Marfat.com

ذِکر سالکِ راہِ حق کا وہ اُصول ہے جس کے تحت وہ غفلت و نسیان سے نکل جاتا ہے۔ وہ اُسے یاد کرتا ہے اس سے اخلاص برتتا ہے۔ اوقات کی نگہبانی کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اشارہ ہے:

"اذکر ربک اذا نسیت" تو اپنے ربّ کو یاد کر اس وقت تک جب تو اسکی یاد میں اپنی ذات اور کائنات کو بھول جائے۔

(الکہف ۱۸)

فَقر سالکِ راہِ کا وہ اصول ہے جس کے تحت وہ اپنے احتیاج ذاتی کی وجہ سے مالکِ حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اپنی ملکیت کا احساس اُسے نہیں رہتا۔ اس کے ہاتھ طلبِ دُنیا سے کوتاہ ہوتے ہیں اور زُبان کسی کی مدح و ذم سے خارش ہوتی ہے اور دِل ترکِ طلب سے سالم ہوتا ہے اور وہ تجرید کے صحرا خداوند قدوس پر نظر جائے رکھتا ہے۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔

"النّاس انتم الفقراء الی اللہ" اے لوگو! تم اللہ کے فقیر ہو۔ اس حقیقت سے آشنا رہو۔

(فاطر ۳ : ۱۵)

غَنی سالکِ قرب کا وہ اصول ہے جس کے تحت وہ اپنے دِل کو اسباب سے غنی کر دیتا ہے۔ حکم کے لئے سالم رہتا ہے۔

Marfat.com

اور اپنے مقصد و مطلوب میں استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

و وجد ک عا ئلاً فاغنٰی

مقام المراد: بعض سالکین کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف اپنے پاک ارادے سے متوجہ فرماتا ہے۔ ایسے لوگوں کو مراد کہا جاتا ہے، یہ بھی اصول سلوک کا ایک خداوندی اصول ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کی داڑھی کو غصہ سے پکڑتے ہیں قدرت ان پر کوئی عتاب نہیں فرماتی حضرت سلیمان علیہ السلام ایک تفسیر کی رو سے گھوڑوں کو قتل کرتے ہیں قدرت اس کے بدلے آپ کو سواری کیلئے ہوا کو مسخر کرتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے جاتے ہیں تو پیغمبری کی نعمت سے نوازے جاتے ہیں۔

خدا کی دین کا کچھ پوچھئے موسیٰ سے احوال
کہ لینے آگ گئے مل گئی پیغمبری

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے

وَ مَا كُنْتَ تَرجُوْ اَنْ يُّلْقٰى اِلَيكَ الكِتَابُ اِلاَّ رَحْمَةَ مِنْ رَّبِّكَ (قصص ۹/۸۶)

(تجھے اسکی امید ہی نہ تھی کہ تیری طرف کتاب نازل ہوگی صرف رب کی رحمت تھی)

اسی اصول میں اللہ تعالیٰ کسی بندے کو سختیوں پر پیش فرماتے ہیں۔ شہوات سے نفرت دلاتے ہیں اور لذات سے روکتے ہیں اور اس کے لئے راہ مسدود کر کے اپنے لئے خالص بنا دیتے ہیں اور

وَ اصطَنَعتُكَ لِنَفسِىْ. (طٰہٰ ۲/۲۱)(تجھے میں نے اپنے لئے چنا ہے) کا مظہر بنا دیتے ہیں

علاج و ادویہ تصوف

یہ بھی قرآنی مطالعہ کی رو سے دس ہیں :

(احسان، علم، حکمت، بصیرت، فراست، تعظیم، الہام، سکینہ، طمانیت اور ہمت)

احسان

ہم نے پہلے بتایا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مبارک میں احسانی علاج کی طرف اشارہ کیا ہے کہ احسان تمام حقائق تصوف کا جامع علاج ہے یہ عبد اور معبود کے تعلق و قرب میں تندرستی کا زینہ ہے۔ یہ ارادہ، حال اور وقت میں کمزوری و بیماری سے تندرست ہوتا ہے ارادہ کی پاکی و مضبوطی، حال میں غیرت و تعلق، وقت میں مشاہدہ کی لذت کا نام ہے قرآن کریم میں اسکی طرف اشارہ

"هَلْ جزاء الاحسان الا الاحسان" "احسان کا بدلہ احسان ہے"
(سورۃ الرحمٰن : ۲ : ۶۰)

بندہ جس طرح اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اس سے اسی طرح ہوتا ہے۔

علم | مقصد کی طلب میں اس کا علم ضروری ہوتا ہے یہ بھی سالک راہ کے علاج کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ جس کے تحت وہ شعور و ادراک سے طلبِ مولا میں چستی کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس کا ہر فعل علیٰ وجہ البصیرۃ ہوتا ہے۔ اس علم کی انتہا یہ ہے کہ معلوم میں کوئی پردۂ غیب نہ رہے۔ اسکی طرف قرآن کریم میں علم کی طرف اشارہ سے پتہ چلتا ہے کہ

"علمناہ من لدنا علمًا" (ہم نے اُسے علم کی تنومندی، جو ہماری عطیہ تھی، سے نوازا)
(کہف ۹ : ۶۵)

حکمت | کسی بھی چیز کو اسکے اصل استعمال میں لائے جانے کا نام ہے۔ سالک کی یہ تنومندی و علاج اُسے ہر چیز کا پورا حق دینے، حدود سے تجاوز نہ کرنے، وقت سے قبل جلدی نہ کرنے، تمام معاملات اُسکے بصیرت، حقیقت اور مقصدیت کے تحت ہوتے ہیں:

من یوت الحکمۃ فقد اُوتی خیرًا کثیرًا۔ (البقرہ ۲۶۹/۲) جسے حکمت نصیب ہوئی اُسے بہت بھلائی دی گئی۔

Marfat.com

درج بالا آیتِ کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

بصیرت | سالک راہ کے اس علاج کا نام ہے جس کے تحت وہ قوتِ فیصلہ کا مالک بن جاتا ہے۔ جس سے معرفت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور اشارات کے چشمے ابلتے ہیں اور فراست کی ندیاں بہتی ہیں۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ۔ (یوسف : ۱۲ : ۱۰۸)

یہ میرا راستہ جس پر میں اور میرے خاص تابعدار قوتِ فیصلہ کے تحت اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور انسانیت کو فلاح کی طرف پکار رہے ہیں۔

فراست | باطن کی تنومندی و علاج کا نام ہے جس کے تحت کوئی سالکِ راہ بغیر کسی مشاہدہ کے غیب کے حکم سے مانوس ہو اور بغیر کسی تجربہ کے قائل ہو۔ اسکی ایمان کے پودے سے آبیاری ہوتی ہے جسکی اطلاع حال کی صحت اور کشف کے نور کی چمک سے ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۔ (حجر ۵/۷۸)

اسمیں فراست والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

تعظیم | سالکِ راہ کے روحانی علاج میں تعظیم کو بڑا دخل ہے اور عظمت ہی کل قوتوں کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ جب کسی سالک کے دل میں عظمت

Marfat.com

کی معرفت اور اپنے عجز و تذلل کا خیال جاگزیں ہو جاتا ہے وہ پھر اوامر و نواہی کی تعمیل و ترک میں سُستی، بچاؤ، تسویف نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں اشارہ ہے،

"مالکم لا ترجون للہ وقاراً۔" تم اللہ کی عظمت و وقار کا کیوں خیال نہیں رکھتے۔
(سورۂ نوح ۱۱:۱۳)

الہام

باطنی تنومندی کے اس ادراک کا نام ہے جس کے تحت وہ اپنی قوتِ فیصلہ میں کسی حد سے متجاوز نہیں ہوتا اور نہ ہی خطا سے دوچار ہوتا ہے۔ حق الیقین کی کیفیت کے تحت وہ سرچشمۂ ازل سے بولتا ہے:

"قال الذی عندہٗ علم من الکتاب انا اتیك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك۔"
اس شخص نے جس کے پاس الہامی علم تھا کہا میں (بلقیس) کے تخت کو تیری آنکھ جھپکنے سے قبل حاضر کر سکتا ہوں۔
(النمل ۴۰:۳)

درج بالا آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

سکینہ

باطن کی اس قوت کا نام ہے جس سے کبھی زبان پر حق کے نکات و اسرار کا انکشاف ہو۔ یہ ایسی کیفیت ہے جس میں قوت و ٹھنڈک ہو، ڈر، خوف دہراس ختم ہو جاتا ہے، غم و رنج سے تسلی مل جاتی ہے جس کے سامنے منکر، نافرمان، جری، سب عاجز ہوں اور صاحبِ سکینہ

Marfat.com

وقار کا پہاڑ ہوتا ہے۔ یہ اسی دل میں ہوتی ہے جس کا تعلق اللہ سے نبوّت کے ذریعہ یا ولایتِ خاصہ کے ذریعے سے ہو۔ صحابہ کے متعلق ارشاد باری:

هُوَ الَّذِی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین ؎ ۔ وہ ذات ہے جس نے سکینت مومنین کے دلوں میں نازل فرمائی۔

کو اس سے استنباط کیا جا سکتا ہے۔

طمانیت سکینت ہی کی طرح باطنی قوت کا نام ہے لیکن اسمیں اور سکینت میں یہ فرق ہے کہ سکینت ایک صفت ہے جو کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ لیکن طمانیت ایسی صفت ہے جس کا زوال نہیں ہوتا۔ یہ ذکر اللہ، روحانی انکشافات، شوقِ دید، جمعیت خاطر، مشاہدہ لطف و نزول کی دید سے ہوتی ہے:

یَا اَیَّتُهَا النفس المطمئنۃ " (اے نفسِ مطمئنہ تو اللہ کی طرف خوشی سے لوٹ جا) (فجر پ۳۰)

سے اس کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔

ہمّت سالک کی باطنی قوت ہے جو اسکو مقصد سے اِدھر اُدھر نہیں ہلنے دیتی۔ دل کو فانی مرغوبات سے بے نیاز کرتی اور باقی کی طلب پر ابھارتی ہے۔ جو صفات سے ذات کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

" مَا زاغ البصر وما طغیٰ " نہ آنکھ نے سرکشی کی اور نہ سستی دکھائی۔

Marfat.com

سے اس علاجِ باطنی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

احوالِ تصوّف

یہ بھی قرآنی مطالعہ سے دس ہیں
محبت ، غیرت ، شوق ، قلق ، عطش ، وَجد
دہشت ، ہیمان ، برق ، ذوق۔

محبّت دل کی کیفیت وحال کا نام ہے۔ جسمیں چاہت وسپردگی کی نسبت فدائیت کا پرتو ہوتا ہے۔ یہ فنا ومحویت کا زینہ ہوتا ہے۔ یہ اہلِ سلوک کا نشان ، اہلِ طریقت کا عنوان۔ تعلق ونسبت کی گانٹھ ہے۔ اس سے خدمت کا جذبہ اُبھرتا ہے ، مصائب کی برداشت کی ہمت بڑھتی اور وسوسے منقطع ہوتے ہیں۔

فسیاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ — اللہ تعالےٰ پھر ایسی قوم لے آئیگا جس سے وہ محبت کریگا اور جو اس سے محبت کریگی

درج بالا آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

غیرت سالک کی اس کیفیت وحال کا نام ہے جسمیں وہ اپنے وقت ، علم ، قوت کی حفاظت کرتا ہے۔ اسکی غیرت نہیں چاہتی کہ وقت کو مایوسی

Marfat.com

کے تصور میں ضائع کرے۔ اور علمِ الٰہی کے علاوہ کسی طلب میں قدم رکھے اور اپنے قویٰ ظاہریہ اور باطنیہ کو ماسویٰ کی تعمیر میں منہمک رکھے۔ تعلق باللہ کی چاہت اسکو اس غیرت پر قائم رکھتی ہے اس کے حال کا بیان حضرت سلیمانؑ کی حکایت بیان کرتے ہوئے قرآن نے ظاہر کیا ہے۔

ردوھا الیٰ فطفق مسحا بالسوق والاعناق۔ — گھوڑے لوٹادو، انہوں نے مجھے یادِ الٰہی سے غافل کر دیا تھا۔

(سورہ ص ۲ : ۲۳)

اس لئے ان کے پاؤں اور گردنیں غیرتِ الٰہیہ سے اڑا دیئے۔

شوق

سالک کے اس حال کا نام ہے جسمیں ان دیکھے محبوب کی طرف رغبت کا مظاہرہ کرے۔ اہلِ سلوک، شوق کو قربِ الٰہی کے لئے علت غائی قرار دیتے ہیں۔ یہ مطلوب کی طلب، محبوب کے حسن، ملاقات کے تصور سے پیدا ہوتا ہے۔ جو صبر و سکون کی دنیا میں زلزلے پیدا کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اشارہ ہے۔

مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ۔ — جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے تو اسکی میعاد وقوع آنیوالا ہے۔

(العنکبوت)

قلق

ایسا شوق جو صبر کو فنا کر دے۔ یہ ماحول سے

Marfat.com

محبوب مطلوب کے طلب کے غلبہ کی وجہ سے نفرت پیدا کرتا ہے۔ عقل مغلوب ہو جاتی ہے۔ ہوش و گوش مفقود ہو جاتا ہے۔ اس میں ترس، امید، دید ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ کے اسی قلق کی طرف قرآن کریم میں اشارہ ہے۔

"عجلت الیک رب لترضیٰ" (میں مضطرب تھا تیری طرف آنے میں تاکہ تیری رضا حاصل کرسکوں)

عطش

مطلوب مقصود کا غلبہ اور پیاس اتنی بڑھ جائے کہ ماسویٰ کے بادل، تفرقہ کے حجابات، انتظار کی گھڑیوں کا خیال نہ رہے۔

حضرت ابراہیم کے اس حال کا بیان قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا قال ھذا ربی۔ (جب رات ہوئی تو اس نے ستارے کو دیکھ کر اپنی طلب و مقصود کے غلبہ میں ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا رب ہے۔)

وجد

سالک کے اس حال کا نام ہے جس میں مشاہدہ کی بے قراری کے عارض سے جو آگ باطن میں سلگ جاتی ہے اُسے وجد کہا جاتا ہے۔ کبھی تو یہ آگ آنکھ، دل، عقل کو جلا دیتی ہے لیکن کبھی ان قوتوں پر سوار، جسمیں نام و نشان مٹ جائے۔ اصحاب کہف کے اس حال کو قرآن پاک نے یوں بیان فرمایا ہے۔

"وربطنا علی قلوبھم اذ قاموا" ہم نے ان دلوں میں وجد پیدا کر دیا

Marfat.com

(سُورۂ کہف ۱ : ۱۴) اس حال میں انہوں نے کیا)

دہشت سالک کے اچانک آنے والے اس حال کا نام ہے جس میں اسکے عقل، صبر، علم مفقود ہو جاتا ہے، یہ محبوب کے وصال عطیہ کے لطف، قرب کے نور اور مشاہدہ کے رُعب سے پیدا ہوتا ہے۔ اس حال کو قرآن کریم نے حضرت یُوسف علیہ السلام کے مشاہدے والی عورتوں کے بیان میں فرمایا:

" فلما رأينه اکبرنه " (جب انہوں نے حضرت یُوسف کو دیکھا تو اسکی عظمت و دہشت میں اپنے ہاتھ کاٹ دیئے)

(یوسف ۳۱:۲)

ہیمان سالک کی دہشت والے حال کی اس کیفیت کا نام ہے جسمیں وہ قدرتِ اختیار مفقود کر بیٹھے۔ اور اسمیں یہ فرق ہے کہ دہشت میں دوام نہیں اور ہیمان میں ثبوت و دوام ہوتا ہے، یہ وصل کے عجائب قرب کے انوار کے ملاحظہ، دریائے کشف میں استغراق سے پیدا ہوتا ہے حضرت مُوسٰی کے اس حال کو قرآن کریم نے یُوں بیان فرمایا۔

" وخر مُوسٰی صعقا " (جلوۂ صفات نے ان کی خودمختاری ختم کردی آپ کے ہوش اُڑ گئے۔

(اعراف ۱۷ : ۱۴۳)

ع مُوسٰی ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات

Marfat.com

برق سالکِ راہ کے لئے ایک تازہ نوآندہ میوہ ہے ۔ یہ حال سالک کو راہِ قرب کے لئے بنیادبن کر اسے دعوتِ قرب دیتی ہے ۔ وجد اور برق میں یہ فرق ہے کہ وجد راہِ قرب میں داخل ہونے کے بعد ہوتا ہے اور برق پہلے، وجد زادِ راہ ہوتا ہے اور برق اذن دخول ہوتی ہے ۔ یہ قضا کی ایک جھلک ہے ، خداوندی وعید کا ایک رعب، کرم و لطف کی ایک تجلی ہوتی ہے ۔ اس کی طرف حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا حال ......

"اذ رای نارا" (طٰہٰ ۱۰) (جب آپ نے آگ دیکھی)

اشارہ کر رہا ہے ۔

ذوق وجد کے بقاء ، برق کا ومنوح ، سالکِ راہ کے اس حال کا نام ہے جسمیں موانست کا ذائقہ ہوتا ہے جو سالک کو تفرقہ فتنۂ عارض، تعلق شاغل سے بے نیاز کر دیتا ہے ۔ قرآن کریم میں اس حال کی طرف "ھذا ذکر" (یہ ایک یاد داشت ہے) سے اشارہ ہے ۔

ولایاتِ تصوف

یہ بھی قرآنی مطالعہ کی رو سے دس ہیں ۔

لحظہ ، وقت ، صفاء ، سرور ، سرِ نفس ، غربت ، غرق

Marfat.com

عیبت تمکن)

لحظہ یہ قرب الٰہی کی ایک پوشیدہ چمک ہوتی ہے جس سے محض فضل و موہبت کے تحت سر در میسر آتا ہے۔ یہ سالک راہ کو کشف کا نور، قرب کا لباس، تجلی کا ذوق، ٹھہراؤ کے آوازے تحفظ مہیا کرتا ہے۔ جو اس پر مجاہدات کو آسان کرتی ہے۔ معاملات کی سرکشی سے خلاصی دیتی ہے۔ ہدایات کے قیود سے نجات کا باعث ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے مستنبط ہوتا ہے۔

"انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی" (تم پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو مجھے دیکھ سکو گے۔)

(اعراف ۱۷: ۱۴۳)

* * *

وقت سالک راہ، ماضی جو گذر چکا ہے اس سے بے نیاز۔ جو آنے والا ہو اس سے لاپروا۔ اور جو موجود ہے اسکی قدر میں محو ہوتا ہے اور اُسے غنیمت جانتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے قرآن کریم میں اُسکی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ ہے۔

"ثم جئت علی قدر یاموسیٰ" (اے موسیٰ جب تم اس انداز سے کہ پہنچ گئے ہو جس کے لئے وقت تھا تو ہم نے تجھے اپنے لئے منتخب کر لیا)

(طٰہٰ ۲۰: ۴۰)

* * *

Marfat.com

صفاء سالک راہ کی اس باطنی ولایت کا نام ہے جسمیں غلاظتوں سے براءت ہو اور وہ حلاوت مناجات میں کون کو بھلا دے۔ عبودیت میں ربوبیت کا پورا حق ادا کرے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراھیم واسحٰق ویعقوب کو کہا گیا......

"انھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔" (سورۂ ص ۳ :) — یہ ہمارے پسندیدہ اور مطلوب بندوں میں سے ہیں۔

اسی ولایت کی طرف اشارہ ہے۔

سرور سالک راہ کی اس ولایت کا نام ہے کہ تعلق باللہ میں تفرقہ کی وحشت، ظلمت، جہل، اختیار کی ذلت نہ ہو۔ جہاں روح خوشی اور مشاہدہ کے دروازہ پر کھڑی ہو۔ قرآن مجید میں اسکی طرف یوں اشارہ ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ — کہدیں کہ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے خوش ہو، یہ اس چیز سے بہتر ہے کہ جو یہ جمع کرتے ہیں۔

(یونس: ۱۰ : ۵۸)

سِرّ اصحاب سلوک کے صاحب سِرّ وہ اولیاء ہوتے ہیں جنکی ہمتیں

Marfat.com

بلند اور جب کی طرف لوگوں کی انگلیوں کے اشارے نہ ہوں۔ غیرتِ الٰہی انہیں چھپائے رکھتی ہے اور ادبِ الٰہی ان کا محافظ ہوتا ہے اور ان کے باطن کو مہذب بنایا جاتا ہے۔ ان کی طرف قرآن کریم میں اشارہ ہے:

"اَللّٰہُ اعلم بما فی انفسھم" اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دِلوں میں ہے۔
(ھود ۲ : ۲۱)

نفس

اصحابِ سلوک کے صاحبِ نفس اولیاء وہ ہوتے ہیں جن کے نفس قدس کے پانی سے پاک اور اشاراتِ ازل سے مستقیم ہوں۔ یہ صاحبِ وقت اولیاء کی طرح اپنی سانسوں کو یادِ الٰہی سے معمور رکھتے ہیں۔ اور غفلت طاری نہیں ہونے دیتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

"فلما افاق قال سبحٰنک" جب موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو کہا تو پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں۔
اعراف ۱۷ : ۱۴۲)

غربت

صاحبِ سلوک اولیاء میں غربت والے اولیاء عیسوی المشرب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ہم جنسوں میں منفرد اور ماحول میں اجنبی۔ جس طرح کوئی صالح بے دینوں میں، عالم جاہلوں میں اور صدیق منافقوں میں ہو، یہ فطوبیٰ للغرباء کا مظہر ہوتا ہے۔ قرآن میں ایسے لوگوں کے متعلق مندرجہ ذیل آیت ہے:

فلولا کان من القرون پہلی اُمتوں میں تم میں سے پہلے ہوئے

Marfat.com

مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ
(سُورہ ھود ۱۱/۱۱۶)

لوگ بیچ زمین میں فساد کو کیوں نہ روکتے تھے مگر بہت تھوڑے جنہیں ہم نے نجات دی ان میں سے۔

غرق

اصحاب سلوک میں وہ صاحب ولایت اولیاء ہوتے ہیں جو حدود و تفرقہ سے تجاوز کر جائیں۔ جو دنیا کے غموں سے فارغ ہو کر مطالعۂ ازل میں اپنی آنکھوں کو کھو لے رکھیں اور جن کے انوار اولیت شامل رہیں۔ اس کی طرف قرآن کریم میں درج ذیل آیت میں اشارہ پایا جاتا ہے۔

"فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ"
(الصافات ۳ : ۱۰۲)

جب وہ دونوں تیار ہو گئے تو اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔

غیبت

اصحاب سلوک میں وہ صاحب ولایت اولیاء ہوتے ہیں۔ جو اپنے مقصد کی طلب میں دستور کی رخصتوں سے بیزار ہوں۔ احوال و شواہد سے آنکھیں بند کئے ہوں۔ حقائق کی طلب میں عوائق کو نظر انداز کئے ہوتے ہوں۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ ۚ (یوسف ۱/۸۴)

ان سے منہ پھیرا اور کہا افسوس ہے یوسفؑ پر

Marfat.com

درج بالاآیت کریمہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

تمکن اصحابِ سلوک کے وہ اولیاء جن کو حضورِ تام نصیب ہو اور وہ طلب کے پردوں کو قطع کر کے نورِی وجود بن جاویں اور جنہیں استقرار کی انتہا نصیب ہو جائے۔ قرآن کریم میں اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

ولا یستخفنک الذین لا یوقنون ۰	تجھے جو لوگ یقین نہیں کرتے انتہائی ہلکا نہ سمجھ بیٹھیں۔

(روم: ۶۰-۱۶)

○

حقائقِ تصوّف

یہ بھی قرآنی مطالعہ کی رُو سے دس ہیں۔

(مکاشفہ، مشاہدہ، معائنہ، حیات، قبض بسط، سکر، صحو، اتصال، انفعال)

مکاشفہ سالکِ راہِ حق کی ایک ایسی حقیقت کا نام ہے جس

میں تحقیق صحیح ہو۔ جس میں مکاشفہ علم یا مکاشفہ حال کو دخل نہ ہو۔ اسمیں نہ تو توقف ہو۔ نہ کوئی ایسی بات چھوڑے جس میں نفسانی لذت ہو۔ قرآن کریم میں اس حقیقت کی یہ آیت وضاحت کرتی ہے۔

"فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی" — پس وحی کی اپنے بندے کیطرف وہ جسکی وحی کرنی تھی۔
النجم : (۱۰:۱)

مشاھدہ

سالک راہ قرب کی اس حقیقت کا نام ہے کہ جس میں حجابات ساقط ہو جائیں۔ یہ حقیقت مکاشفہ سے بلند ہے۔ مکاشفہ میں ایسی معرفت ہوتی ہے جسمیں حدود علم بھی ساتھ رہتے ہیں۔ مگر مشاہدہ میں شواہدات کی رسیاں کٹ جاتی ہیں۔ قدسی جامہ پہنایا جاتا ہے اور زبان اشاروں سے گنگ ہو جاتی ہے۔ وہاں وارد کی صحت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۝ (سورۃ ق)

اس قرآن کریم میں نصیحت ان لوگوں کے لئے جن کے دل اور کان بیدار ہیں اور وہ صاحب مشاہدہ ہیں۔

مُعائنہ

آنکھوں کا دیکھنا، دل کا دیکھنا، روح کا دیکھنا، معائنہ ہے۔ دل کا دیکھنا یہ ہے کہ علم کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت معلوم

Marfat.com

کرلینا ، رُوح کا دیکھنا ، حق ، ذاتِ خداوندی کو عیاں عقل کی طرح دیکھے ۔ ارواح کو پاکیزگی اسی لئے میسر ہوتی ہے کہ وہ حضرت کی بلندی حضرت کی بہا (عزت) کو پہچان لے

اتصال سالکِ راہ کی وہ حقیقت جبمیں اُسے فنائیت تمامہ حاصل ہو کر اسے حقیقتِ اتصال سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ اتصال اعتصام ، حفاظت ، اتصال شہود ، اتصال وجود ہیں ۔ اتصال اعتصام میں صحتِ قصد ، صفائی ارادہ ہوتی ہے ، اور تحقق حاصل ہوتا ہے ۔ اتصال شہود میں علتوں سے نجات اور تفرقوں سے غناء حاصل ہوتی ہے اور تشتت اسرار کا سقوط ہوتا ہے ۔ اتصال وجود کے اظہار میں الفاظ کا دامن تنگ ہے ۔ قرآن کریم میں اس حقیقت کو یُوں واضح فرمایا گیا ہے۔

ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ" (النجم ۹،۱)	پھر وہ قریب ہوا اور بہت قریب ہوا جس طرح دو کمانوں کا وتر بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

صحو سالکِ راہ کی وہ حقیقت جو سکر سے بلند ہو ۔ سکر میں سالک حق میں ہوتا اور صحو میں حق کے ساتھ ہوتا ہے ۔ جب عین حق میں ہو تو وہاں کا لازمہ حیرت ہوتی ہے ، یہ حیرت شُبہ والی نہیں ہوتی بلکہ یہ حیرتِ انوارِ عزت کے مشاہدہ کی ہوتی ہے اور حق کے

Marfat.com

ساتھ صحت رہتی ہے۔ بیماری کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ صحو حق کے ساتھ حیاتِ زندگی کی منزل ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

حتیٰ اذا فزع عن قلوبھم	جب ان کے دل سے ڈر دُور ہو جائے
قالوا ماذا قال ربکم قالوا	تو وہ کہتے ہیں تمہارے رب
الحق۔	نے کیا کہا۔ وہ کہتے ہیں حق کیا)

(سبا : ۲ : ۲۳)

انفعال

انفعال سالکِ راہِ قرب کی وہ حقیقت ہوتی ہے جو اتصال کے بعد ہو بس وہ دُنیا و مافیہا کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے ارادہ و تعقل سے بری ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ویحذرکم اللہ نفسہٗ" (خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے)

(آل عمران (۲۸))

درج بالا آیتِ کریمہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

نہایاتِ تصوّف

یہ بھی قرآنی مطالعہ کی رُو سے دس ہیں۔
(معرفت، فنا، بقاء، تحقیق، تلبیس، وجود، تجرید، تفرید، جمع، توحید،)

Marfat.com

معرفت کسی چیز کا احاطہ کرنا معرفت کہلاتا ہے۔ وہ تین طرح ہے اور کبھی معرفت کے اعتبار سے تین قسم ہیں۔

نمبرا: کسی چیز کو اسکی صفات کے ذریعے جاننا، جس طرح خدا رب ہے، رحمٰن ہے۔ رحیم ہے۔ یہ معرفت ہم کو رسالت کی زبان سے حاصل ہوتی ہے۔ جب ہم قلبی صفائی سے معرفت کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو ہم پر رسالت کے بیان کردہ حقائق کا انکشاف کُلی ہوتا ہے۔

دیکھے اور دل کو صحرا، حضرت کی طرف جذب کرے۔ قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ " تو نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح اس نے سائے کو لمبا کیا۔

(فرقان ۵/۴۵)

حیات سلوک میں حقیقت حیات تین چیزوں پر بولی جاتی ہے۔

۱. حیاتِ علم: جہل کی موت کے مقابلہ میں۔

۲. حیاتِ جمع: تفرقہ کے مقابلہ ہیں۔

۳. حیات وجود: یہ حیات حق ہے اسمیں بیماریاں مرجاتی ہیں۔ جدائیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ اور اتصال و قرب پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ذیل میں دی گئی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا ۔ جو مُردہ تھا اُسکو ہم نے زندہ کر کے نور بخشا۔ (الانعام)

قبض سالکِ راہ کی اس حقیقت کا نام ہے جو سالک کو فراق کا خوف دلائے، جسمیں عتاب و تادیب ہو۔ قرآن کریم میں اسطرح اشارہ ہے۔

ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۔ (پھر ہم نے اُسے اپنی طرف کھینچا تھوڑا سا۔) (فرقان)

بسط سالکِ راہ کی اس حقیقت کا نام ہے جو سالک کے باطن کو انشراح کا لباس پہنا دے۔ اس حقیقت کا سالک کبھی تو لوگوں سے رحمت کے برتاؤ کے تحت بسط و انشراح کا معاملہ کرتے ہیں اور کبھی لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور راہِ قرب کی نشانیاں تبلاتے ہیں اور سلوک کی قندیلیں روشن کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ آیت " يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ " (وہ تمہیں پھیلاتا رہتا ہے) سے اشارہ ہے۔

سکر سالکِ راہ کی اس حقیقت کا نام جسمیں وہ انتہائی خوشی سے اپنے پر قابو نہ پائے اور سرور کے دریا میں غرق ہو جائے۔ یہ اہلِ محبت کیساتھ خاص ہے۔ علم کے منازل وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور نہ ہی فنا کی آنکھیں اُسے قبول کرتی ہیں۔ سکر گنگے پن کا، جہل کا، شہوت کا، جب اسکو اندھا کر دیتا ہے تو سکر اہلِ محبت کی کیا کیفیت ہ

Marfat.com

وحقیقت ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی حقیقت میں

"رب ارنی انظر الیک" اے رب مجھے اجازت ہو کہ میں تیری ذات کو دیکھوں)

(اعراف ۱۴۳)

درج بالا آیت میں اسی حقیقت کی نشاندہی ہے۔

نمبر۲: معرفتِ ذات: یہ معرفت صفات کے تتبع اور پھر صفت و ذات کے فرق کو مٹا دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

نمبر۳: معرفت مستغرقہ: جو صرف معرفت ہی ہو جہاں نہ تو کوئی دلیل کوئی شاہدہ، کوئی وسیلہ باقی رہتا ہے۔ یہ دل کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق۔	جب وہ پیغمبر کی طرف نازل شدہ قرآن کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو دکھائی دیتے ہیں جو معرفت حق کی وجہ سے ہوتے ہیں۔
(مائدہ ۱۱: ۸۳)	

فناء

سالک راہِ قرب کی وہ نہایت ہوتی ہے جس میں ماسوی کا اضمحلال ہوتا ہے۔ علمی، افکاری، حقیقی، اسی نہایت کی طرف قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیت سے اشارہ لیا جا سکتا ہے۔

کل من علیھا فان — جو بھی اس زمین پر ہے وہ فانی

Marfat.com

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ (رحمٰن ۱: ۲۶)

ہونے والی ہے تیرے رب کی ذات ہی باقی رہے گی جو جلال و اکرام والی ہے۔

بقاء سالکِ راہِ حق کی وہ نہایت ہے جو فنا کے بعد ہے جس کے باقی رہنے کا حق تھا اور جس کے نہ ہونے کی ضرورت تھی۔

وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی" اللہ خیر و باقی رہنے والا ہے۔

(طٰہٰ ۳: ۷۳)

درج بالا آیت سے اس بقار کی طرف اشارہ ہے۔

تحقیق سالکِ راہ کی وہ نہایت ہے جو حق کے ساتھ ہو۔ اس سے حق کے ذریعے خلاصی و نجات حق ہی میں حاصل کرے۔ یعنی تیری حلواتِ حضرا سے علم کے متقاضی ہوں۔ نیز اشہود حق کے شہود کے منافی نہ ہو۔ اور تیرا کچھ بھی نہ رہے۔ اس نہایت کی طرف قرآن کریم کا اشارہ ہے۔

"اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ"

کیا تجھے یقین نہیں، انہوں نے عرض کیا ہاں! مولا لیکن میں اطمینانِ قلب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

(سورۂ بقرہ ۳۵: ۲۶۰)

Marfat.com

تلبیس سالک راہ کی وہ نہایت ہے جس میں وہ تمکن حاصل کرتا ہے اور عالم اسباب کی طرف رجوع محض متعلقین کی تسلی کی خاطر کرتا ہے جو اہل تفرقہ و اسباب کی حالت ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے:

وُجود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ اپنی ذات پر وُجود کا اطلاق کیا ہے۔ جس طرح "وَجدا اللہ عندہٗ" (اللہ کے پاس موجود پائیگا) وُجود کسی چیز کی حقیقت پر کامیابی پانے کا نام ہے۔ سالک راہ اپنی انتہاء میں وجود باری تعالیٰ کے شواہد اپنے اندر اور باہر محسوس کرتا ہے۔

تجرید مشاہدات کے شہود سے چھٹکارے کا نام تجرید ہے۔ یہ سالک راہ کی وہ انتہا ہے جو مقصد میں منہمک کر دیتی ہے۔
"فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" (طٰہٰ ۱۲) اپنے جوتے اتار دے۔
میں اسی طرف اشارہ ہے۔

تفرید تجرید میں یہ فرق ہے کہ تجرید خلائق و علائق سے کرنا پڑتی ہے اور تفرید اپنی ذات سے کرنا پڑتی ہے۔ سالک راہ کی وہ نہایت ہے جس میں اللہ کی معیت ہو یعنی عین حق قوت عبد بن جائے۔

Marfat.com

قرآن کریم میں ہے:

یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الۡحَقُّ الۡمُبِیۡنُ"	حق واضح اللہ کی ذات کو ہی جانتے ہیں۔

(نور: ۲۴: ۵)

جمع

سالک راہ قرب کی وہ انتہا ہے جس میں تفرقہ ساقط ہوجاتا ہے، اشارہ معدوم ہوجاتا ہے۔ یہ جمع علم، جمع وجود، جمع عین ہوتی ہے۔ جمع علم، مشاہدات کا علم، علم لدنی کے مقابل میں لاشئ ہو جائے۔ جمع وجود، اتصال کی نہایت عین وجود میں محقق ہو جائے۔ جمع العین، وحدت کا ایک کنارہ ہے۔

مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔	(تم نے جب وہ کنکریاں ماریں، وہ تو نے نہیں ماری تھیں بلکہ اللہ نے ماری تھیں۔
(انفال $\frac{1}{17}$)	

قرآن کریم کی درج بالا آیت سے اسی جمع کی طرف اشارہ ہے۔

توحید

: اللہ تعالٰی کی ذات کو واحد جاننا توحید کہلاتا ہے سالک راہِ قرب جب مقاماتِ قرب طے کرلیتا ہے تو اس پر توحید کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ ویسے تو توحید کے تین درجے ہیں۔

۱۔ توحید عامہ ۲۔ توحید خاصہ ۳۔ توحید ذات

Marfat.com

نمبر۱: توحید عامہ | کہ جس میں انسان اللہ کی وحدانیت کی گواہی دے کہ اسکے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔

نمبر۲: توحید خاصہ | یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار زبانی ہو۔ اسمیں کسی دلیل کی ضرورت نہ ہو۔

نمبر۳: توحید ذات | اس سے بحث کرنے میں علمار ربانی کی زبانیں گنگ ہیں۔

حضرت شبلی کا قول توحید کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ توحیدیا حضرات کو پتہ چل سکے کہ توحید کیا ہوتی ہے۔ آپ (ما التوحید) توحید کیا ہے ؟) کے جواب میں فرماتے ہیں۔

من اجاب من التوحید فھو ملحد	جو توحید کے متعلق سوال کرے وہ ملحد بے دین ہے
ومن یعرف التوحید فھو مشرک۔	جو توحید کو پہچانے وہ مشرک ہے۔
ومن لم یعرف التوحید فھو کافر۔	جو توحید کو نہ جانے وہ کافر ہے۔
ومن سائل عنہ فھو جاھل	جو توحید کے متعلق پوچھے وہ جاہل ہے۔
شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو۔	اللہ تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود برحق نہیں مگر وہی ہے۔

قرآنی مطالعہ سے جو علمائے تصوّف نے سلوک و معرفت و تصوّف کے سلسلے میں اشارات پائے تھے ان کے ملاحظہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تصوّف کو عجمی روایت، آریائی بغاوت، یونانی فلسفہ کہنا کہاں تک درست ہے۔ غیر محقق صوفی کی بعض حرکات سے انہیں غیر اسلامی کہنا کس طرح جائز ہے؟

ہم اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں اور قرآنی تاریخ نبوت و رسالت اور خلافت ارض کو سامنے رکھیں تو تصوف کی ابتداء و انتہاء کے ہر دو پہلو ہمیں حضرت آدمؑ کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کی زندگیوں میں نظر آتے ہیں۔

قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو جب خلعت خلافت سے نوازا گیا اور وہ اس خلعت کی تعظیم کے سلسلہ میں مسجود ملائک بنے تو منجانب اللہ آپ کو خلافت کے اس اہم منصب کے متصل ہی امر و نہی کا اہتمام کرایا جاتا ہے۔

امر: "اُسکُن انت و زوجك الجنّة" (تو اور تیری بیوی جنت میں رہو) (البقرہ ۲: ۳۵)

نہی: "لاتقربا هذه الشجرة" (اس درخت کے قریب مت جانا) (البقرہ ۲: ۳۵)

Marfat.com

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی تکمیل تب ہی ہو سکتی ہے جب آدم اور اولادِ آدم اوامر و نواہی کا کُلی اہتمام کریں اور باطنی قوت کو بیدار رکھیں ۔ ذرا سی غفلت ان کے لئے مضر ہوگی ۔ غفلت کی طرف اشارہ ہمیں " فازلھما الشیطٰن " (اُن کو شیطان نے بھُلا دیا) سے ملتا ہے ۔

" پیغمبر معصوم ہیں " یہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت آدم سے ارتکاب نہیں ہوئی ۔ قرآن اسی کی طرف رہنمائی کرتا ہے ،

" (وہ بھُول گیا ، اس کا ارادہ ایسا کرنا نہیں تھا) یہ بھُلا دینا تھا جو قربت آدم کے لئے ایک ریہرسل کا پروگرام تھا ۔ جسے دیکھ کر آدم زادہ آیندہ ہونے والے ارتکاب مناہی میں بعینہٖ یہی کردار ادا کریں جسے آدم سے ادا کرایا جا رہا ہے ۔ وہ توبہ کا کردار ہے تاکہ اولادِ آدم کے نزدیک توبہ کی اہمیت بڑھ جائے اور وہ سمجھیں کہ خلافت کے مستحق تب ہی ہو سکتے ہیں جب ارتکاب مناہی میں اپنے عجز و ظلم نفس کو سامنے رکھ کر تضرع و زاری سے معافی مانگیں گے ۔ یہ تمام ترنقشہ اولادِ آدم کی تربیت کے لئے کھینچا گیا ہے ورنہ تو آدم معصوم تھا اور دشمن سے اُسکی عصمت ظاہر تھی ۔ اس کردار نے اولادِ آدم کو یہ بتایا کہ جب کبھی بھی خدا کی طرف صدق رجوع ہوتا ہے ؛ تو وہ توبہ سے ہوتا ہے اور تصوف کی بنیاد بھی توبہ پر قائم ہے ۔

حضرت آدم علیہ السلام کے کردار میں ہم کو خدا کی طرف صدق رجوع کا ایک اُصول جسے تصوف و سلوک کی بنیاد سمجھا جاتا ہے ۔ توبہ ملا ، یہ تھا حضرت آدم کا وہ کردار جسکی ریہرسل سے اولادِ آدم کو اپنے کردار میں

Marfat.com

کے مظاہرہ میں سبق لینا تھا اور ارتکاب مناہی سے رجوع کرنے کا اصول سیکھنا تھا۔

انتہائے تصوّف

جب حضرت آدم علیہ السلام توبہ میں پختگی کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ اسکی اولاد اس طریقِ کار سے آگاہ ہو سکے۔ اس طریق کو بھی اہلِ تصوّف نے اپنا اصُول بنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ میں تلقی ذکر ہے جسے وہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور اسی ذکر کے بعد جب ان کی توبہ مقبول بنتی ہے جس کو قرآنِ کریم " فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ۔ (حضرت آدم علیہ السلام نے باری تعالیٰ سے تلقیٰ کلمات کی) کلمات کا سیکھنا بعینہٖ سالکِ راہ قرب کا مُرشد سے توبہ ذہنی کے بعد عملی توبہ کے لئے تلقیٰ ذکر کے مشابہ ہے۔ اس تشابہ کو اگر سالک تصوّف کے لئے دلیل بنائے تو اسمیں کیا نقص و حرج لازم آتا ہے ؟

فتلقی آدم من ربه کلمات سے تلقین ذکر، جو مرشد سے ایک سالک کرتا ہے، تصوّف کے طریق پر اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ حضرت آدمؑ نے کلمات پڑھے، تب جاکر توبہ قبول ہوئی۔ اسی طرح سالک راہ بھی مُرشد سے تلقینِ ذکر کے بعد جب ذکرِ کثیر کرتا ہے تو اسکو توبہ کی حقیقت معلوم ہوجاتی ہے اور وہ انابت میں صدق کا

Marfat.com

مظاہرہ کرتا ہے۔ جس طرح حضرت آدمؑ کے کردار سے اولادِ آدم کی تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسی آدم کی خلافت کو اولاد میں منتقل کرنے کو بھی جس جوہر کا انتخاب کیا گیا تھا، اسکے کردار سے ہمیں انتہائے سلوک ولتصوف کے مقام کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے کہ اولادِ آدم خلافتِ الٰہی کی حقدار تب ہوتی ہے جب وہ رجوع الی اللہ میں اپنی بنیاد تو بہ بنائے۔ اور تمکن خلافت تب ہوگی جب حضرت ہابیل کے کردار کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ حضرت آدم کے خلیفہ کا کردار قرآن کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (سورہ مائدہ ۲۷)

لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (مائدہ ۲۸)

یہاں حضرت آدم کے خلیفہ برحق حضرت ہابیل کا کردار مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یدی ..... الیک " (میں اپنا ہاتھ تیری طرف بالکل نہیں بڑھاتا، تو مجھے قتل کرتا ہے۔ لیکن میں قتل کرنے کے لئے تیری طرف ہاتھ تک نہیں بڑھاتا۔ کیونکہ میں عظمتِ الٰہی کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور اس ربّ سے ڈرتا ہوں جو مجھے دیکھ رہا ہے) سے ہمیں تصوّف کے انتہائی مقام

Marfat.com

"رضا" نظر آتا ہے۔ کیا اس آیت سے تصوف کے احوال باطن اور قوتِ باطن جو کسی محقق صوفی کے ہو سکتے ہیں، کیلئے اگر استدلال کیا جائے تو منکرینِ تصوف کے ماتھے پر بل کیوں نہ پڑ جائے؟

اور تصوف جو باطن کو رضائے الٰہی کے لئے مصروف رکھنے کا نام ہے کہ عجمی روایت، آریائی بغاوت، یونانی فلسفہ سے تعبیر نہ کریں۔

تیسرا کردار جو اولادِ آدم کے سامنے شیطان کے ذریعے آرہا ہے۔ وہ بدکرداری کا انتہائی بُرا مظاہرہ ہے کہ اپنے بھائی کو قتل کرنا محض اپنی گھٹیا خواہش کے تحت، قابیل بھی اولادِ آدم سے ہے۔ لیکن وہ غافل ہے اس کے سامنے مشاہدۂ الٰہی نہیں۔ اسلئے وہ "اخاف اللہ رب العالمین" (میں اللہ سے ڈرتا ہوں) کے تصور سے بے نیاز ہے۔ وہ ایسا اقدام کرتا ہے جس نے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کا ضمیر بیدار ہو جاتا ہے۔ جیسے "فاصبح من النادمین" (وہ نادم ہو جاتا ہے) لیکن یہ ندامت ایسی قوت نہیں پکڑتی جس سے وہ توبہ و انابت کا راستہ اختیار کر سکے۔ اسکو شیطان کی ساحری پھر سلا دیتی ہے۔ بھائی کے دفن کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اُسے کوّے سے تعلیم دلاتے ہیں۔

کیونکہ کوّے میں اتفاق کی خصلت پائی جاتی ہے بقولِ حضرت مولانا اسماعیل میرٹھی سے

کھاتے نہ جب تک سب کو بلاتے

اور ہوشیاری و بیداری بھی انتہا کی ہوتی ہے۔ ایسے کو اولادِ آدم کا استاد بناکر یہ دکھانا مقصود تھا کہ تو کوّے کی طرح اپنے ہم جنس کا ہمدرد رہ اور اسکی طرح اپنی تباہ کرنے والی چیزوں سے خطرہ کے سلسلہ میں ہوشیار رہ۔ قابیل کے یہ الفاظ......

"اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب۔" میں اس کوّے سے بھی گیا گذرا ہوں۔

محض ذلتِ نفس سے کہہ دیئے تھے جو اس گناہ کے ذریعے حاصل ہوئی تھی۔ تصوف میں یہ بیداری ہوتی ہے اور بھائی چارگی جیسا کہ محقق صوفیا کا وطیرہ تھا۔ اور......

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سلطان میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں۔ (حجر)

.... سے بھی یہی صوفیا محققین اور علماء عاملین ہی مراد ہیں۔ جن کے ذہن میں معبود کی عظمت اجاگر ہوتی ہے۔ اسلئے وہ تصرفِ شیطان سے اپنی اس بیداری اور عبودیت کے طفیل محفوظ ہوتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

شیطان نے جو آدم و اولادِ آدم کے گمراہ کرنے کے متعلق کہا تھا کہ میں ان کے آگے پیچھے، دائیں، بائیں سے آکر ان کی اکثریت کو ناشکر و غافل بنادوں گا۔ اس نے جہاتِ ستہ، چھ جہتوں میں سے چار کا

Marfat.com

ذکر کرکے دو کو چھوڑ دیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان جہتوں سے اسکو در غلانے کی قوت نہیں۔ بیدار بندوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یخافون ربھم من فوقھم" "وہ اپنے رب سے جو اُوپر ہے خوف رکھتے ہیں۔"

ٌ ٌ ٌ

بندے کی نظر فوق کی طرف ہونے سے وہ غافل نہیں ہوتا اور اسی طرح ....

"یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا" (اللہ کے بندے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔) (فرقان: ۶۳)

یہ آہستہ چلنے سے ان کی نظر تحت کی طرف ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی عظمت و علوِ الٰہی سے ان کی نظریں فوق پر رہتی ہیں۔ اور اپنی ذات کی پستی کی وجہ سے ان کی نظر نیچی ہوتی ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ زمین پر چلتے ہیں۔ یہ دو ایسی جہتیں ہیں، جن سے شیطان دخل نہیں دے سکتا۔ اور اس قسم کے بندے جو عظمتِ الٰہی کے فوقانی تصور اور پستیٔ ذات کے تحتانی تصور سے غافل نہ ہوں۔ ہمیں تو صوفی نظر آتے ہیں دوسرے بہت

مجھے تم ہو محبوب، مجنوں کو لیلیٰ
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

ہم کو جو کچھ نظر آتا ہے، صوفیا پر منطبق کرتے ہیں۔ اس میں ہماری محبت کو بھی دخل ہے۔ جو اس طائفہ مکرمہ سے ہمیں ہے۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِھِمْ (آمین)

کہتے ہیں کہ حضرت احمد بن حنبلؒ نے حضرت امام شافعیؒ سے عرض کی کہ شیبان راعی (جو صوفی تھے) آ رہے ہیں۔ یہ جاہل لوگ تصوّف اختیار کر لیتے ہیں اور علمِ دین کی طرف خیال نہیں رکھتے اس لئے میں انہیں شرمندہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا: ان لوگوں سے چھیڑنا اچھی نہیں۔ لیکن امام احمد نے شیبان راعیؒ سے پوچھ ہی لیا کہ شیبان تم اس شخص کے متعلق جس نے دن رات کی پانچ نمازوں میں سے ایک بھلا دی اور اسے پتہ نہیں کہ وہ کونسی بھولا ہے تو وہ کس طرح ادا کرے۔

حضرت شیبان راعیؒ نے جواب دیا۔ اے احمد! یہ ایک ایسا غافل دل ہے جسے ادب سکھایا جائے تاکہ آئندہ غافل نہ ہو۔ امام احمد پر یہ جواب سنتے ہی غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آئی تو امام شافعیؒ نے فرمایا۔ اے احمد! میں نے تمہیں اسی لئے روکا تھا۔

اسی طرح ابوعمران نامی ایک فقیہ تھے جو حضرت شبلیؒ کے برابر جامع منصورہ میں حلقہ قائم کیا کرتے تھے۔ لوگ حضرت شبلیؒ کے حلقے کی طرف زیادہ متوجہ تھے۔ ان کا حلقہ عام طور پر معطل رہتا۔ جناب ابوعمران نے ایک دن شبلیؒ کی تنقیص خاطر حیض کے مسئلے پر ایک سوال کیا تو آپ نے علماء کے اختلاف اور ان کے اقوال تقریباً تیرہ کے قریب بیان فرما گئے۔ ابوعمران نے بے قراری میں اٹھ کر حضرت شبلیؒ

Marfat.com

کے سر پر بوسہ دیا۔ اور فرمایا کہ مجھے تو اس مسئلہ میں صرف تین قول یاد تھے۔ باقی دس کا آپ کے بیان سے مجھے فائدہ حاصل ہوا۔

نہ پُوچھ ان خرقہ پوشوں سے ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ﮬ اگر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اولادِ آدم کے مثبت و منفی کردار سے بحث کریں تو بات طول پکڑتی ہے۔ اس گفتارِ طولانی سے ہمارا مُدعا صرف مختصراً اتنا ہے کہ تصوّف عین رُوحِ اسلام ہے اور جو لوگ اسے حقیقتاً اپناتے ہیں۔ وہ قربِ الٰہی کی ان بلندیوں تک پہنچ جاتے ہیں جہاں تک دوسروں کا وہم و خیال بھی نہیں پہنچ سکتا اور یہ سلسلہ باقاعدہ تاحد، خدمت، صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کے عظیم مرشد جنکی بعثت کے لئے حضرت ابراھیمؑ نے دُعا کی تھی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ انہوں نے اپنی نظر کے نُور سے وہ مہ پارے تیار کئے جن کے قربِ خداوندی پر قرآن میں ارشاد ربی ہے جو ایک مہرِ صداقت ہے۔

اُولٰئِكَ حَبَّبَ اِلَيْهِمُ الْاِيْمَانَ وَكَرَّهَ اِلَيْهِمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ۔	حضورؐ کے تلامذہ مریدین وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں میں ایمان رُچ بس چکا ہے۔ انہیں کفر، فسق اور نافرمانی خداوندی سے طبعی نفرت ہے۔

(حجرات ۱ : ۲۶) ۔

Marfat.com

اور حضورؐ اپنا ذاتی تصدیق نامہ یوں بیان فرماتے ہیں :

"اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ" (حدیث شریف)

میرے سارے صحابی رضی سلسلہ ہدایت میں نورانی ستارے ہیں۔ ان میں جس کی بھی تابعداری کرو گے۔ مرید یا شاگرد بنو گے، ہدایت پاؤ گے۔

ایک اہم اعتراض

سوال : یہاں قدرتاً ایک سوال ذہن میں خلجان پیدا کرتا ہے کہ جب تمام صحابہ کو حضورؐ نے روحانی تربیت کا اہل قرار دیا تھا اور قرآن کریم کی تصدیق بھی اس پر گواہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ طرق و سلاسل صرف حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہی سے وابستہ ہیں۔ دیگر صحابہ سے ان سلاسل کی نسبت نہیں۔ ؟

جواب : کوئی بھی روحانیت سے مس رکھنے والا شخص، جو انوار باطنی کے تجزیہ کا اہل ہوتا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مجسم کی ذات کو چار انوار سے مختص پاتا ہے۔

۱. انوارِ نبوت

۲. انوارِ ولایت

۳. انوارِ محبوبیت

Marfat.com

۴۔ انوارِ مُجبیت۔

ان مجموعہ انوار کا نام ذاتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ قُربِ الٰہی کیلئے تزکیئے کے اس داعی کی صحبت میں جو لوگ بھی بیٹھے ہیں اور جنہوں نے بھی، خواہ مرد و زن تھے، آپ کی نظرِ نور سے متمتع ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ان میں کوئی ایسا نالائق (نعوذ باللہ) نہیں رہا جسے صحبت کے فیض سے محروم کہا جائے۔ اس تزکیئے کے امتحان میں اور قربِ الٰہی کی دوڑ میں کوئی:

"السّابقون السّابقون
اولٓئک المقربون"

جو پہلے ہیں وہ پہلے ہیں اور وہی مقرب ہیں۔

کے اعزاز سے نوازے گئے اور کوئی "فاصحاب المیمنہ" (دائیں ہاتھ کے اعمال نامے والے) ہوگئے اور اسی طرح ان حضرات میں تناسب درجات کو قرآن نے یُوں بیان فرمایا ہے۔

"لا یستوی منکم من انفق قبل الفتح وقاتل اولٓئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ط"

فتح مکہ سے قبل جن لوگوں نے خرچ اور جہاد کیا، وہ لوگ درجات کے لحاظ سے بلند و برتر ہیں ان لوگوں نے جنہوں نے بعد میں خرچ وجہاد کیا۔

(الحدید:ع ۱)

کامیاب گو سب ہیں مگر ان میں امتیازی حیثیت بھی ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم تزکیئے کے پہلو کو سامنے رکھ کر صحابہ کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم کو

Marfat.com

چار شخصیتیں ایسی نظر آتی ہیں جنہوں نے حضور کے ان چار انوارات کو کُلی طور پر جذب کیا ہے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہیں۔

کمالاتِ نبوت کے انوارِ مخصوصہ کا حصّہ وافر اور اسی طرح کمالاتِ محبت کا حصہ وافر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے نصیبہ میں اپنے ظرف اور استعداد کے طفیل آیا۔ اس حصہ کے حصُول کی اہم دلیل حضور کا فرمان ہے کہ "ما صب اللہ فی صدری الا صببتہ فی صدر ابی بکر" جو کچھ اللہ تعالےٰ نے میرے سینے میں انوار بہائے تھے، وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں بہا دیئے ہیں۔ شق صدر کے واقعہ میں الفاظ حدیث یہ ہے کہ شق صدر نبوی کے وقت "ادخل الرفۃ والرحمۃ" اس سینۂ نبوی میں شفقت و رحمت بھر دی تھی، حضور کا سینۂ گنجینۂ رحمت تھا۔ اور قرآن کریم کے الفاظ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (ہم نے تجھے رحمتِ عالم بنا کر بھیجا ہے) اور بالمؤمنین رءوف الرحیم" تزکیہ کے طالبوں کے لئے آپ شفیق و رحیم ہیں۔ یہی رحمت کمالاتِ نبوت کے انوارِ مخصوصہ کی بنیاد ہے۔ اب حضور کے گذشتہ فرمان "ما صب اللہ صدری" (میرے سینے میں اللہ تعالےٰ نے جو انوار بہائے ہیں) کے ساتھ ہم حضور کے دُوسرے فرمان "ارحم امتی بامتی ابوبکر" میری امت میں رحیم ترین امت کے ساتھ ابوبکر ہیں، کو دیکھیں تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ کمالاتِ نبوت کے انوارِ مخصوصہ کا حصۂ اتم حضرت

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے سینے میں ہے۔

اسی طرح حضور کے کمالات محبیت کے انوار بھی حضرت ابوبکر رضؓ کے ہاں ہیں۔ حضورؐ کی محبیت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ حضورؐ کی محبیت کا بین ثبوت ان دردناک الفاظ سے ہوتا ہے۔

مَا اُوْذِیَ نَبِیًّا قَطُّ — مجھ سے زیادہ کبھی بھی کوئی نبی
وَمَا اُوْذِیْتُ ۔ — ستایا نہیں گیا۔

اسی طرح غزوۂ اُحد میں دانتوں کی شہادت اور افلا اکون عبداً شکوراً" (کیا میں شاکر بندہ نہ بنوں)
یہ سب حضرت کے محب ہونے کے نشان ہیں:

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
"ایذار خلق از مغنمات عشق است"
(حصہ اول دفتر سوم ص۱۹ مکتوب نمبر ۱۳۰)
لوگوں کی ایذا عشق کے لئے غنیمت ہوتی ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے انوار کے پھیلانے میں جو تکالیف برداشت کیں وہ سب اسی بات کی گواہ ہیں کہ حضورؐ جناب باریؒ کے محب صادق ہیں اور اسی محبیت کے مخصوص انوار آپ کے نورِ مجسم میں ہیں۔

جب ہم حضرت ابوبکر صدیق کے ہاں ان انوار محبیت کو دیکھتے ہیں تو ہم کو ان انوار کا بھی حصہ وافر آپ کے ہاں ملتا ہے۔ اسکی ادنیٰ مثال تو یہ ہے کہ حضرت صدیق کا وہ عمل جو آپ نے گھر کا سارا اثاثہ محبوب کے

قدموں میں لاکر رکھدیا۔ محبوب کے سوال پر "مَا تَرَكْتَ لِأَهْلِكَ" (تو نے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے) تو عاشق صادق کا جواب ملاحظہ ہو:

" اَللّٰہُ وَرَسُولُہٗ " (اللہ اور اس کا رسول میرے لئے ہیں۔)

ع صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس !

اس سے بڑھ کر کوئی دلیل ہو سکتی ہے کہ حضورؐ کے انوارِ محبّیت کے حصّہ وافر میں ابوبکر صدیق کے ساتھ کوئی دوسرا کیا تقابل کر سکتا ہے؟ ان دونوں انوارات، کمالاتِ نبوت اور انوارِ محبیت کی وجہ سے آپ افضل ترین شخصیت بعد الانبیاء بالتحقیق ہو گئے اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہمیشہ اس حقیقت کے معترف رہے ہیں اور یہی چیز سلسلہ نقشبندیہ کی افضلیت کی دلیل بھی بنتی ہے جس کے سرحلقہ آپ ہیں۔

کمالاتِ ولایت کا وافر حصّہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو ملا۔ اسکی دلیل مندرجہ حدیث میں ہے۔

" اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا " (میں ولایت و معرفت الٰہیہ کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ) ہے۔

یہاں علم سے مراد ہم ولایت و معرفت الٰہیہ اس لئے لے رہے ہیں کہ بعض لوگوں نے جن کی نظر حضورؐ کے اس علم ولایت و معرفت کی طرف نہیں تھی۔ انہوں نے اس حدیث کو موضوع اور قابل بحث بنایا ہے کیونکہ جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت ہی تعلیم کتاب و حکمت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا علم بلا واسطہ حضرت علی رض کے ان کو

Marfat.com

حاصل ہوا۔ اسلئے اُوپر کی اس حدیث کو ماننے میں شُبہ کیا اور اس طرح حدیث کو جُملہ علوم کی ماہیت پر منطبق کرنا ، جیساکہ بعض لوگوں نے کیا ہے۔ ٹھیک نہیں۔ بلکہ علم ولایت و معرفت ہی یہاں مراد ہے۔ اس لحاظ سے یہ حدیث حضرت علی کے لئے کمالاتِ ولایت میں حصّہ وافر ہونے کی شاہد عدل ہوگی اور آپ کے مظہر العجائب والغرائب کا بیّن ثبوت۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالِ ولایت کے سلسلہ میں حضرت ابُوہریرہ رض کی وہ حدیث جو مُسلم نے روایت کی ہے اور مشکواۃ شریف کی کتاب الایمان کی فصل ثالث میں ہے کہ حضور صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ اچانک باطنی داعیہ کے تحت اُٹھے۔ ہم نے تھوڑی سی دیر انتظار کیا۔ حضور کا پتہ نہ چلا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں، ہیں اور اسی طرح باقی صحابہ خاص طور پر ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے، حضور کی تلاش میں نکلے، مجھے چُونکہ ان میں سب سے اوّل حضور کی خیریت کا ڈر تھا کہ تنہا کوئی نقصان نہ پہنچ جاوے۔ اسلئے میں تلاش میں نکل گیا۔ یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ جو کہ بنی نجار قبیلہ کا تھا، کی دیوار کے اردگرد گھوما کہ کوئی راستہ پاؤں۔ یہاں تک کہ پانی کی ایک نالی جو باغ کے اندر جاتی تھی۔ میں اپنے آپ کو سمیٹ کر اسکے اندر داخل ہوا تو حضور نے بطریق تعجب پُوچھا ابوہریرہ تو ہے۔ ابوہریرہ نے جواب دیا میں ہوں حضور۔ تو آپ نے فرمایا۔ تو کیوں آیا؟ تو حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام قصہ سُنایا

Marfat.com

اور اپنے باغ میں داخل ہونے کی کیفیت کہ جس طرح لومڑی اپنے سوراخ میں داخل ہوتی ہے۔ میں اس طرح داخل ہوا۔ باقی صحابہ میرے پیچھے آرہے ہیں، پھر آنحضرت نے ابوہریرہ کو اپنے جوتے دیئے اور فرمایا۔ "جو کوئی بھی اس دیوار کے پیچھے تم کو ملے جو اللہ کی وحدانیت کا صدقِ دل سے یقین رکھتا ہو اسے جنت کی بشارت دے۔"

یہ حدیث حضرت کی تمام زندگی میں ولایت والے پہلو کی نشاندہی کرتی ہے اور اس ولایت والے پہلو کے انوار میں حصہ وافر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ظرف و استعداد سے ملا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مکتوب ۱۲۳، صفحہ ۱۴۴، دفتر سوم حصہ نہم

فرماتے ہیں،

"وہ راستہ جو قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ تمام قطب، اوتاد، ابدال، نجباء اور عام اولیاء جس راستے سے واصل باللہ ہوتے ہیں! سب کے سردار اور منبع فیض حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں یہ عظیم الشان منصب، آپ سے متعلق ہے۔ اس مقام میں یعنی کمالاتِ ولایت میں حضور نبی کریم کے ہر دو پاؤں مبارک حضرت علی رض کے سر مبارک پر ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسنین رضی اللہ عنہما اس مقام میں آپ کے ساتھ شریک ہیں، میں (حضرت مجدد) یہ

Marfat.com

سمجھتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی نشاۃِ عنصری سے قبل
بھی اس مقام کے ملجا، و ماوی تھے۔"

اس انکشاف کے بعد بالخصوص حضرت مجدّد کا یہ فرمانا کہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی نشاۃ عنصری سے قبل بھی اس مقام کے ملجاء و ماوی تھے۔ آپ کے کمالاتِ ولایت کے وافر حصّہ کا بین ثبوت ہے۔ اسلئے سلاسل و طرق کی نسبت حضرت صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف محض اس اختصاص کی وجہ سے ہے کیونکہ ہر دو نسبت دیگر صحابہ آپ کے ان انوارات کے حصول میں ممتاز تھے۔ اور ان کے فیضان میں اختیا زلازم تھا۔ اس لئے سلاسل کی نسبت ان دو اکابر کو وافر حصہ ملا اور باقی نے حضور کے علم دین والی حیثیت میں خدمت کا شرف حاصل کیا۔ باقی رہا انوارِ محبوبیت، تو اس کا ذکر بھی یہاں مجملاً کر دیا جائے تو ہرج نہ ہوگا۔ جس طرح مردوں کو انوارِ مخصوصہ میں حصّہ وافر کا حق پہنچتا تھا اور انہوں نے اپنا اپنی استعداد کے مطابق حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم کے انوارِ مخصوصہ سے حصّہ لیا۔ اسی طرح عورتوں کو بھی اپنی مخصوص استعداد کے لحاظ سے حصّہ وافر ملنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ قدرت نے انوارِ محبوبیت کو عورتوں کے لئے مخصوص فرما دیا جو ان کی رعنائی و حُسن کے ساتھ زیب کرتا تھا۔ عورت انوارِ محبوبیت ہی کی متقاضی تھی چنانچہ یہ انوار و برکات حضرت عائشہ صدیقہ اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کے حصّہ میں آئے۔ حضور کے محبوبِ خدا ہونے میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں، تاہم

Marfat.com

کچھ تو بیان کیا جائے۔ حضور فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت موسیٰ کو کلیم نجی بنایا اور مجھے حبیب بنایا۔"

حضرت مجدد فرماتے ہیں :

"کمالاتِ محبوبیت ذاتیہ سب سے اوّل حضور حبیبِ خدا سے مخصوص ہیں۔ اس کے بعد اوروں کے لئے۔"

(کنز الہدایہ ص ۶۹)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "میرا بھائی یوسف اصبح (سفید) ہے میں ملیح (گندمی) ہوں" سچ ہے کہ ....

گندمی رنگ بھی ہے زلفِ سیاہ فام بھی ہے
مرغِ دل کیوں نہ پھنسے دانہ بھی ہے دام بھی ہے

اور

آن دارد آن نگار کہ آنست ہر چہ است
آن را طلب کنند حریفاں کہ آن کجاست

مقامِ غور :

"وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔" (تو وہ دیا جائے گا جس سے تو راضی ہوگا۔)

اس محبوبیت کے عمدہ اشارات ہیں :

حضرت عائشہ رض کو ان انوار کا حصہ وافر ملنا، حضور جو آپ سے فرماتے تھے۔ "حمیرا"۔ تصغیر کا خاص تخاطب ہے۔

Marfat.com

حضرت مسروق جو اکابر تابعین سے ہیں جب حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی تو فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی صدیقہ بنت صدیق محبوبۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، کبھی فرماتے مجھ سے حدیث بیان کی، محبوبۂ محبوب خدا نے۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحؒ غنیۃ الطالبین جلد اوّل معتقدات اہل سُنتہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کو مطلقاً افضل قرار دیتے ہیں لیکن حضرت کا نظریہ یہ ہے کہ زہد و تقویٰ میں فضیلت حضرت فاطمۃ الزہرا کو ہے اور علم و اجتہاد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

(مکتوب ۲۷۰، صفحہ ۴۸ ۔ دفتر دوم حصہ ہفتم)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا انوار مخصوصہ محبوبیت کا حصّہ وافر کا پتہ حضور کے یہ الفاظ مبارک دے رہے ہیں۔

"الفاطمۃ بضعۃ منّی" "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے فاطمہ کے سلسلے میں مجھے تکلیف نہ دو"

اسی کا بیّن ثبوت ہے۔

ایک اور وضاحت

حضور کے انوار اربعہ کی اجتماعیت کاروانِ ہستی میں تین دفعہ مطلوب تھی اور یہ طلب اہم وضروری تھی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ

نہیں تھی اس لئے حسنین کو آنحضرت نے اپنے بیٹے کہا تھا۔
"الولد سر لابیہ" بیٹا باپ کے اسرار کا حامل ہوتا ہے۔
قدرت نے اپنی مخصوص حکمتوں کے تحت حسنین کی جسمانی ساخت کو حضور کے مماثل بنایا اور روحانی استعداد میں انہیں والدین سے مشابہت بخشی۔

بخاری میں عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ حضور کے وصال کی چند راتوں کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں بھی باہر آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ساتھ تھے کہ ان کا گذر حضرت حسن ابن علی پر ہوا جو اور بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور یہ کہہ رہے تھے:

"میرے باپ کی قسم، یہ مشابہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی مشابہت علی سے نہیں۔"

حضرت انس بن مالک رض کی روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی حضور کے چہرے سے زیادہ مشابہ ہیں۔

ابی جحیفہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ سے پاؤں تک حضور سے مشابہ ہیں۔ ان روایتوں کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ حضرت علی سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۳۲۰، ۳۲۱)

بنابریں جب جسمانی مماثلت ان دونوں کو حضور سے حاصل ہوئی تو روحانی

Marfat.com

کمالات کا بقیہ حصہ جو کمالاتِ نبوت سے تعلق رکھتا تھا اور جس کا حصّہ وافر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ملا تھا۔ اس کے لئے قدرت نے ہر ایک کے لئے ایک ایک فرزند کو منتخب کیا۔ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے کمالات تو ان کو نسلاً ودیعت ہوئے لیکن حضرت صدیق اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے کمالات کے حصُول کے لئے قدرت نے عجیب انتظام فرمایا۔ حضور کے کمالاتِ اربعہ کا اجتماع سب سے اوّل حضرت حُسین کی اولاد نے فرمایا اور جس ہستی کو اس کے لئے منتخب فرمایا۔ وہ حضرت جعفر صادق ہیں۔ کمالاتِ نبوّت کے انوار و محبّت کے انوار حضرت جعفر صادق کو اپنے نانا سے ملے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے انوار محبوبیت بھی حضرت جعفر صادق کو اپنے نانا حضرت قاسم سے ملے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ حضرت قاسم ان کی تربیت میں اپنے والد حضرت محمد بن ابوبکر کی شہادت کے بعد رہے۔ اور حضرت عائشہ کے جُملہ انوار محبوبیت کو جذب فرمایا اور دادا حضرت ابوبکر صدیق کے انوار کو حضرت سلمان فارسی سے بطور اولیت حاصل کیا۔ سلمان فارسی کا اہل بیت میں سے ہونا ممکن ہے۔ اس وجہ سے بھی ہو کہ وہ کمالات جو حضرت ابوبکر صدیق کے پاس تھے ان کو اہل بیت میں منتقل کرنے میں ان کا وجود واسطہ بنا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں:

"مجھے ابوبکر نے دو دفعہ جنا"

Marfat.com

حضرت جعفر صادق کی والدہ اُمِ فروہ کی ماں اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھیں اور اُمِ فروہ کے والد حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھے۔ اس طرح حضرت جعفر صادق کا وجود باجود ان کمالاتِ اربعہ کا سنگم بنا۔ یہی وہ تو تیں تھیں جن کے تحت آپ فرماتے ہیں۔ ہمارا علم مَاکَان وَمَا یکوْن، حدیث ملائکہ اور الہامات سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ مجھ سے پوچھو۔ قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اس لئے کہ میرے بعد تم سے کوئی بھی میری طرح باتیں نہیں کر سکے گا۔ یہی انوار کا سنگم تھا جن کو بایزید بسطامیؒ اویسیت کے طور پر جذب کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی افضلیت کا باعث بنتے ہیں۔ اور اولیاء میں سلطان العارفین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اپنے شیخ مقتدی حضرت جعفر صادق کی طرح آپ سے بھی قربِ ولایت کے جوش میں مختلف اقوال منقول ہیں: سُبْحَانی مَا اعظم شانی ۔ لوائی ارفع من لواء محمد ۔ لیس فی جبتی الا اللّٰہ (میری شان بڑی بلند ہے۔ میرا جھنڈا حضرت محمدؐ کے جھنڈے سے اونچا ہے۔ میرے جبہ میں اللہ کے بغیر کچھ نہیں)

یہ سب الفاظ قربِ ولایت کا دوسرا سنگم، حضرت مجددؒ کی طینت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعینہ طینت سے تھی۔ اس لئے دوسرا سنگم انوار اربعہ کا حضرت مجددؒ میں ہونا تھا جو اس طینت کا تقاضہ تھا۔ اس لئے ان انوار کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ تک پہنچانے والے ذرائع کا ذکر کرنا ضروری

ہے تاکہ سلسلہ عالیہ کی فوقیت و افضلیت کا جو دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اس کا مزید ثبوت فراہم ہو سکے۔

حضرت مجددؒ علیہ الرحمۃ مکتوب نمبر ۲۹، صفحہ نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۶۔ دفتر اول حصہ پنجم میں فرماتے ہیں:

حضرت جعفر صادقؒ کے بعد اس نسبت کو جو انوار اربعہ سے مرکبہ تھی۔ بطریق اویسیت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کے سپرد کی۔ گویا یہ امانت کا بوجھ اُن کی پشت پر رکھ دیا تھا کہ تبدریج اپنے اہل تک پہنچ سکے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر ایک بزرگ سے یہ مرکب نور دوسرے تک پہنچتا رہا۔ تا آں کہ عارف ربانی حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی جو کہ سلسلۂ خواجگان کے سر حلقہ ہیں، اس نسبت کی تازگی ان کے زمانہ میں ظاہر ہوئی اس کے بعد پھر خواجہ نقشبند کے خلفاء کے بعد اسی خاندان کے چشم و چراغ عبید اللہ احرارؒ ہیں جنہوں نے خواجگان کا پورا جذبہ اور اپنی والدہ کے اجداد سے بھی، جو پشت بہ پشت اولیاء، صاحبِ احوال غریبہ و جذبات قومیہ تھے۔ عقبہ پایا۔ پھر طریقت ہندوستان میں حضرت باقی باللہؒ کے ذریعے اپنے حقدار کو پہنچ گئی۔ یعنی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو۔

حضور کے انوار اربعہ کا آخری سنگم حضرت مجددؒ کا فرمان ہے کہ حضرت مہدی کی ذات کو یہ معارف ان کی اولاد کے ذریعے پہنچیں گے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کشفی طور پر معلوم ہوا ہے کہ شاہ احمد سعید کی اولاد سے کوئی شخص ہو گا، جس سے یہ امانتِ انوار

Marfat.com

اربعہ و معارف حضرت مہدی کو ملیں گے۔ حضرت شاہ احمد سعیدؒ ہمارے سلسلہ میں اکیتسویں ۳۱ کڑی ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ کے اقوال و فرامین سے مزید وضاحت درج ذیل ہے۔

مکتوب نمبر ۲۲۴ صفحہ ۲۸، ۲۹ دفتر اوّل، حصّہ چہارم میں فرماتے ہیں،

"وہ معارف جو اس حقیر سے کسی چاہت کے بغیر ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر ان اکثر کو جمع کریں اور اسکی کوشش کریں، پتہ نہیں کہ یہ میسر بھی ہو سکے۔ جانیں کہ ان معارف کا حصّہ وافر حضرت مہدیؒ موعود کا ہوگا۔"

اسی طرح مکتوب نمبر ۳۲، صفحہ نمبر ۸۸، دفتر اوّل، حصّہ اوّل میں فرماتے ہیں:

"یہ نسبت حضرت مہدیؒ میں پورے طریقہ پر ظہور ہوگی۔ انشاء اللہ۔

مکتوب نمبر ۲۵۱ صفحہ نمبر ۶۵ دفتر اوّل، حصّہ چہارم میں فرماتے ہیں،

"میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مہدی موعودؒ ولایتِ معبود کی اکملیت رکھتے ہیں وہ بھی اسی نسبت پر ہوں گے اور سلسلہ نقشبندیہ کی تکمیل و انجام اُن سے ہوگا، اس لئے کہ تمام ولایات کی نسبت اس نسبت سے کم ہے کیونکہ ان ولایتوں میں کمالات نبوّت کا حصّہ بہت تھوڑا ہے اور یہ ولایت نقشبندیہ حضرت صدیق کی نسبت کی وجہ سے کمالاتِ نبوّت کا حصّہ وافر رکھتی ہے۔

Marfat.com

مکتوب نمبر ۳۲، صفحہ نمبر ۸۸، دفتر اوّل، حصّہ اوّل:

"وہ کمال جو اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ ہے اولیاء میں سے بہت کم لوگ اس سے مشرف ہو سکے ہیں۔ حضرت مہدی میں یہ کمال بوجہ اتم ظاہر ہو گا۔ یہ کمال جذبہ و سلوک کی نسبت سے بلند ہے۔"

مکتوب نمبر ۶۸، صفحہ نمبر ۵۷، میں فرماتے ہیں۔

"چونکہ امام مہدیؑ بڑے ہوں گے۔ ان کی وجہ سے اسلام کو تقویت عظیم حاصل ہوگی، آپ کو ظاہری و باطنی ولایت میں عظیم تصرف ہو گا اور آپ خوارق اور زیادہ کرامات والے ہوں گے۔ آپ کے زمانہ میں عجیب عجیب نشانیوں کا ظہور ہو گا۔"

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ان انوار کی امانت کو حضرت مہدی موعودؑ جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں گے تک پہنچانا ضروری تھا۔ ممکن ہے اسی وجہ سے حضرت مجددؒ کو بقیہ خمیر رسالت سے پیدا کیا ہو۔ اسی طریق سے حضور نبی کریمؐ کے انوارِ مخصوصہ کو حضرت حسنؓ، جو حضرت حسینؓ سے افضل ہیں، کی اولاد حضرت مہدی تک پہنچا کر ان کی اولاد کو بھی ان کا سنگم و مرکز بنایا۔

"شواهد النبوّة صفحہ نمبر ۲۱۵" میں مولانا جامی فرماتے ہیں کہ ابوداؤد نے حدیث بیان کی ہے اور ابواسحاق نے بھی "جامع اصول" میں بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جبکہ آپ اپنے بیٹے

Marfat.com

حسن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ میرا بیٹا سید (سردار) ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام رکھا ہے۔ اسکی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا جو تمہارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہم نام ہوگا۔ اور شکل بھی حضور کے مشابہ ہوگی۔ جو زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ حضرت مہدی کے اخلاق میں کوئی بھی مشابہ نہ ہوسکے گا اور وہ حضور کے ہم شکل ہوں گے۔ ابتداً حضور کی صورت کو نصف مشابہت میں تقسیم کیا تھا لیکن حضرت مہدی حضور کے مجملہ انوار اور اسی طرح تمام شکل و صورت میں مشابہت، سب سے آخر میں آنے کی وجہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے تقاضہ سے حاصل کرلیں گے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کے ضمن میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی فضیلت آگئی۔ اب اگر مزید سلسلہ عالیہ کی افضلیت کو زیر بحث لایا جائے تو اور وجوہ بھی اسکی افضلیت کے ہیں۔ جن کے بارے میں آئندہ صفحات پر بحث کی گئی ہے۔

فضیلت بوجہ عُلوِ سلسلہ

نقشبندیہ نسبت میں بنیادی طور پر انوار کے اجتماع نے اسے فضیلت دی گئی ہے مگر اس نسبت میں بار بار دیگر نسبتوں کے رجوع نے

Marfat.com

اسی نسبت میں بہت سی برکات پیدا کر دی ہیں۔

(۱) سب سے اوّل اجتماع در رجوع نسبت۔

(ل) جعفر صادق، حضرت قاسم، سلمان فارسی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

(ب) جعفر صادق، امام باقر، حضرت امام زین العابدین، حضرت حسینؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲) دوسرا اجتماع در رجوع نسبت تاین مرتبہ۔

(و) ابو علی فارمدی، ابوالحسن خرقانی، بایزید بسطامی، حضرت جعفر صادق۔

(ب) ابو علی فارمدی، ابوالقاسم گورگانی، شیخ ابو عثمان مغربی، ابو علی کاتب، ابو علی رودباری، جنید بغدادی، سری سقطی، معروف کرخی، داؤد طائی۔

حضرت معروف کرخیؒ کی دو نسبتیں ابوالقاسم گورگانی تک نیچے کی طرف پہنچی ہیں۔

داؤد طائی کے تین مرشد، حبیب عجمی، فضیل، ذوالنون ہیں۔

ذوالنون کی مصاحبت کافی شیوخ سے ہے جن میں حسن بصری، حبیب عجمی، فضیل، ذوالنون کے مرشد ہیں۔

(۳) تیسرا رجوع حضرۃ مجددؒ کے فرمان کے مطابق:

"میرا سلسلہ حضورؐ تک بہت سی نسبتوں سے ہے۔ نقشبندیہ اکیس واسطوں سے، قادریہ پچیس واسطوں سے، چشتیہ میں ستائیس واسطوں سے۔" حضرت جامیؒ نے اسی تاثر سے فرمایا ہے:

Marfat.com

نقش بند یہ عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان — می برد وسوسۂ خلوت و فکر چلہ را

قاصر گر کند ایں طائفہ را طعن قصور — حاش للہ کہ برآرم بہ زبان ایں گلہ را

ہمہ شیراں جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد سلسلہ را

(ترجمہ) "نقشبندی عجب قافلہ سالار ہیں جو قافلۂ راہِ سلوک کو خفیہ راستوں سے کعبہ شریف کو لیجاتے ہیں۔ مُرید کے دل سے اپنے جذبۂ صحبت کے طفیل چلہ کشی اور گوشہ نشینی کے وسوسوں کو نکال دیتے ہیں۔ کوئی بےعقل اگر ان حضرات کو طعنہ دے تو میں کوئی گلہ بھی اپنی زبان پر نہیں لاتا۔ کیونکہ دُنیا جہان کے شیر اس سلسلہ میں بندھے ہوتے ہیں۔ ان پر طعن کرنے والی لومڑی اس سلسلہ کو کس طرح توڑ سکتی ہے۔"

فضیلت کی ایک اور وجہ

رُوحانی دُنیا میں ایک نسبت ہے جسے اویسی کہا جاتا ہے۔ یہ نسبت ان بلند استعداد حضرات کی ہوتی ہے جو اپنی علو روحانیت کے طفیل غائب زندہ یا فوت شدہ کسی کامل ہستی سے کامل فیض لے لیں۔ حضرت اویس

Marfat.com

قرنیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غائبانہ جو فیض حاصل کیا تھا اور جو اپنی علو روحانیت کا ثبوت بہم پہنچایا تھا۔ اسی تناسب سے ایسے لوگوں کو اویسی کہا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے ہم سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس سلسلہ میں کئی اویسی حضرات نظر آتے ہیں جن کی بدولت سلسلہ کو فضیلت حاصل ہو رہی ہے۔

۱) حضرت قاسمؒ	اویسیت	سلمان فارسیؓ	
۲) بایزید بسطامیؒ	〃	جعفر صادقؓ	
۳) ابوالحسن خرقانیؒ	〃	بایزید بسطامیؒ	
۴) بہاءالدین نقشبندؒ	〃	عبدالخالق غجدوانیؒ	بحوالہ مکتوب نمبر ۲۹۱ ص ۱۱۱
۵) حضرت مجددؒ	〃	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	
۶) 〃	〃	خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ	
۷) 〃	〃	خواجہ عبیداللہ احرارؒ	
۸) مظہر جان جاناںؒ	〃	سید عبدالقادر جیلانیؒ	بحوالہ ایضاح الطریقہ از شاہ غلام علی ص ۲۲،۲۳
۹) 〃	〃	خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ	

خضری نسبت

کسی بھی صاحب نسبت کو اپنے فیض سے حضرت خضر علیہ السلام اپنے علم لدنی

Marfat.com

سے ستفیض فرمائیں تو روحانی دنیا میں ایسے فیض و نسبت کو خضری نسبت کہا جاتا ہے۔ یہ نسبت بھی بحمد اللہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں موجود ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح نے نسبت خضری آپ سے تعلیم وقوف عددی کے ذریعے حاصل کی۔ نسبتِ صدیقی، نسبتِ علوی، نسبتِ خضری اور نسبت اویسی ہی کی بنا پر ہی سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت کو نمکِ مشائخ کہا جاتا ہے۔

تعلیم کا مدوّن ہونا بھی فضیلت کی وجہ ہے

ہر سلسلہ میں سالکین راہ قرب کو مرشد کامل اپنی مخصوص حاصل کردہ تعلیم کے تحت مقصود تک پہنچاتا ہے۔ دیگر سلاسل میں چونکہ سلوک عالم خلق سے شروع ہوتا ہے وہاں سالکِ راہ کو اسمائے حسنیٰ وغیرہ اور اوراد و نوافل مستحبہ کی تلقین و تسبیحات کی تعلیم دے کر معاملہ مرید کی ہمت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ شیخ مربی سے مناسبت اور محبت کی طفیل وہ استفادہ کرتا ہے.....

لیکن ......

سلسلہ نقشبندیہ میں چونکہ معاملہ جذبہ سے شروع ہوتا ہے اور سالک کو جذبہ دینا مرشد کی ہمت پر منحصر ہے اس لئے جذبہ کے ساتھ چند اصول ہمارے سلسلہ میں مدوّن ہیں۔ جنہیں سر حلقۂ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح نے سالک راہ کے لئے بطور "رہنما اصول" وضع فرمایا ہے۔ ان اصولوں کو اپنانے سے سالک بہت جلد منزلِ مقصود

Marfat.com

تک پہنچ جاتا ہے۔

نمبر ۱: سفر در وطن (اپنے وطن میں سفر) اس کے مختلف معانی ہو سکتے ہیں۔ مادی جسم جو وطن میں ہے اسکو عمدہ افعال کی طرف راغب کرنا۔ جو روح کی ترقی کا باعث ہوں - یا - جسمانی لحاظ سے وطن میں رہ کر قربِ الٰہی کا روحانی سفر کرنا، یادِ الٰہی کے لئے - یا - بشریت کی صفات مذمومہ کو چھوڑ کر عمدہ کی طرف ذہنی سفر کرنا - یا - غیب کا مشاہدہ عالم شہادت میں کرنا - یہ سب معانی سیر النفسی کے تحت آتے ہیں گو یا سفر در وطن سیر نفسی کی ایک کیفیت کا نام ہوا۔

نمبر ۲: خلوت در انجمن انجمن و محفل و مجالس انسان کے ذہنی اور روحانی انتشار کا باعث ہوتی ہیں۔ اسی لئے اس انتشار کے اثر سے اپنے باطن کو محفوظ رکھنا اور یادِ الٰہی سے ایسے مواقع میں غافل نہ ہونا، خلوت در انجمن کہلاتا ہے۔ عربی، فارسی، پنجابی میں اس کیفیت کے لئے ضرب الامثال ملاحظہ فرمادیں۔

(عربی) فمن داخل كن صاحبا غير غافل

ومن خارج خالط كبعض الاجانب

(ترجمہ) داخلی و باطنی لحاظ سے تو خدا سے غافل نہ ہونے والا دوست بن اور ظاہری و خارجی لحاظ سے اجنبی لوگوں سے خلط ملط رکھ۔

Marfat.com

(فارسی) از دروں شو آشنا دبیروں بیگانہ وش

این چنیں زیبا صفت کم تر بود اندر جہاں

(ترجمہ) دل و باطن کے لحاظ سے اللہ کا آشنا رہ۔ اس سے غافل نہ ہو اور خارجی و ظاہری لحاظ سے بیگانہ۔ یہ ایک ایسی عمدہ صفت ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

(پنجابی) ہتھ کار وَل دل یار وَل

نمبر۲: نظر بر قدم جب انسان راستہ پر چلتا ہے تو اسکی نظر مختلف مناظر کو دیکھتا ہے۔ یہ چیز خارجی طور پر اور اسی طرح فکری انتشار کا باعث ہوتی ہے۔ سلسلہ عالیہ کے مقتدر اکابر نے اس کا علاج یہ فرمایا کہ تیری نظر اپنے قدم پر ہو اور تو یاد الٰہی سے غافل نہ ہونے پا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سالک روحانی سفر میں انجام تک پہنچنے کیلئے اپنے قدموں پر ہمیشہ نظر رکھے۔ کہیں اسکے قدم اس طلب میں جواب نہ دے بیٹھیں۔ قدم راسخ ہی تکمیل روحانیت میں کام آسکتے ہیں۔ اسی لئے نظر قدموں پر رکھنی ضروری ہوتی ہے۔ یہ کیفیت سالک کی سیر آفاقی کے نام تعبیر ہوتی ہے۔

نمبر۳: ہوش در دم کوئی سانس یاد الٰہی سے غفلت میں نہ لیا جائے یعنی سالک کا احساس و شعور اتنا بیدار ہو کر وہ سانس

Marfat.com

کی آمدو شد میں یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔

نمبر ۵ : یادکرد

اپنے مرشد سے حاصل کیا ہوا سبق یعنی ذکر کرنا ہے اگر سالک کو احساسات اور شعور سے قدرت نے بہرہ ور فرمایا ہے تو یادکرد میں اُسے ذکر کے وقت خیال اپنے شیخ، جس سے اس نے ذکر سیکھا ہے کی طرف شعور و احساس کے تحت ہوگا۔ ایک تو اُسے تصورِ شیخ میسر آئیگا۔ دُوسری طرف وہ یادِ الٰہی میں مصروف رہے گا جسے شیخ مقتدار کے طفیل حاصل ہوئی۔

ہمیشہ ہر جگہ ہر وقت دہر دَم دلبر ا پیار سے
جمائے رکھ نظر دِل کی انہیں کے آستانے پر
سچ ہے یاد وہی کرے گا۔

رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اِدھر آتا ہے دیکھیں یا اُدھر پروانہ جاتا ہے
یادکرد سے اسکے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

نمبر ۶ : یادداشت

یادِ الٰہی جب سالکِ راہ کا پختہ مشغلہ بن جاتا ہے تو اُسے حضورِ دوام کی دولت میسر آجاتی ہے وہ تکلیف کے باوجود ذِکر سے غافل نہیں ہوتا۔ غافل نہ ہونے کو یادداشت کہا جاتا ہے، کیونکہ ذِکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کا دِل ہمیشہ اللہ کی یاد میں لگا رہے

Marfat.com

اور اُسے معیت محبت و تعظیم نصیب ہو۔ جو صُوفی رسومات کے جھگڑوں میں پھنسا ہوا ور اختلافات کی ہواؤں کا ہم رُخ ہو۔ وہ اس نعمت سے محروم ہے اور نہ وہ حقیقی صُوفی ہے۔

نمبر۷: نگہداشت

ذکرِ الٰہی کے وقت دِل کی طرف خیال رہے تاکہ وساوس میں بھٹکتا نہ رہے اور دِل پر کنٹرول ہو۔ یہ قوت اتنی بڑھ جائے کہ ماسوٰی کا خیال دل و دماغ سے نکل جائے اور اُسے دوام نصیب ہو۔

یہ وہ عمومی اُصول تھے جو مرشدین سلسلہ اور اصولِ طریقت کے عظمت کے مظہر ہیں۔ یہ تعلیمی اُصول اپنی عمدگی اور معمول بنانے کے لحاظ سے ہیں۔ باقی دو خصوصی اُصول بھی ہیں جن پر سالک راہ عمل پیرا ہو تو اُسے عمومی اُصول کے فوائد یکسر حاصل ہو جاتے ہیں۔

نمبر۸: وقوفِ قلبی

دِل کی بیداری کا نام ہے کہ سالک اپنے دِل کی کیفیات کا نہایت احساس اور ہوشیاری سے تجزیہ کرتا ہے۔ جو بھی خیال یا کیفیت یادِ الٰہی کے منافی ہو اسکی نفی کی مشق کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا دِل خواہشات و تمناؤں کے جھمیلوں سے پاک ہو جائے اور وہ قلبِ شہید کا مالک بن جائے اس وقوف سے دل کی غفلت جاتی رہتی ہے۔ سالک خشوع و خضوع کی نعمت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ دیگر سلاسل میں اللہ ناظری ۔ اللہ معی ۔ اللہ مجھے دیکھتا اور اللہ

Marfat.com

میرے ساتھ) کا تصور دیتے ہیں۔ یہ تصور دِل میں نفی اغیار کی مشق سے حاصل ہوتا ہے۔

نمبر۹: وقوفِ زمانی

وقوف زمانی بھی اُصول خصوصی کے ضمن میں آتا ہے۔ سالک اپنے اوقات کی مخاصمت کا احساس رکھے۔ اعمالِ خیر میں اپنے آپ کو مصروف رکھے اور اس ملاحظہ میں رہے کہ اسکے لمحاتِ زندگی کسی بلند مقصد کے لئے عمل پیرا ہیں۔ اگر مقصد عمدہ ہے تو فبہا ورنہ تو اُسے اپنے اوقات پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ یہ اُصول کسی بھی محقق صُوفی کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی صُوفی بن کر اوقات عزیزہ ولایعنی جھگڑوں اور فضول باتوں میں ضائع کرے تو وہ صُوفی نہیں بلکہ بہروپیا ہے جس نے تصوّف کا لباس پہن رکھا ہے۔

نمبر۱۰: بازگشت

ذکر کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ سالک کو مقصدیت کی تلقین اور اس کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ بازگشت سے یہ مراد ہے کہ سالک ذِکر کے دوران کچھ کچھ وقفے کے بعد ان الفاظ کو دہرائے تاکہ مقصدیت کا احساس رہے اور اخلاص سے عمل کرے۔ اے خُدا تو میرا معبود ہے، تیری رضا مطلوب ہے۔ اے خُدا تو میرا مقصود ہے اپنی محبت اور حقیقی معرفت مجھے نصیب فرما۔ ان الفاظ کے دہرانے سے سالک کے دِل میں ایک کیفیت محبّت

Marfat.com

اُبھرتی ہے اور معیتِ الٰہیہ کی نعمت سے اسکی مشام جاں معطر ہوتی ہے۔

"لَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ" واقف ہی تجھے صحیح بات بتا سکتا ہے۔

(الایۃ)

شاہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختصار

شاہ نقشبندؒ جملہ اُصول کو محدود کرتے ہوئے صرف ایک اصل الاصول قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"شیخ سے رابطہ قائم خواہ بذریعہ محبت ہو خواہ بذریعہ تصور شیخ یہی کامیابی کا ضامن ہے" یا دقوفِ قلبی" جسکی تشریح ہو چکی ہے۔

ے علی بیض قلبك کن کانك طائر

فمن ذلك الاحوال فیك تو الد

(اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح ایسا جمارہ۔ یعنی اسکی طرف ہر وقت خیال رکھ تاکہ تیرے دل کے انڈے سے احوال و کوائف جنم لیں)

ایک اور رُوحانی مشق

ہمارے خواجگان قدیم تعلیم سلسلہ میں سالک کے رنگ کو بعض دفعہ اپنی باطنی کیفیت سے دیکھ کر تلقین ذکر کیا کرتے تھے۔ مثلاً

"جس سالک کا رُوحی حضور مخلوق اور خالق کے یکساں ہوتا تو اُسے قلبی ذکر تلقین کیا کرتے تھے۔

جس سالک کے رُوحی حضور میں خالق کا حضور غالب ہوتا تو اُسکو روح کے ذِکر کی تلقین فرماتے۔

اگر سالک کا رُوحی حضور خالق کی طرف ہو مگر ساتھ ہی مخلوق سے غیبوبیت بھی ہو تو اسکو لطیفہ سِرّ کا ذکر تلقین فرماتے تھے۔

اگر سالک کا رُوحی حضور خالق کی طرف ہو مگر ساتھ ہی مخلوق اور خود اپنے نفس و وجود سے بھی غیبوبت ہو تو لطیفہ خفی کا ذِکر تلقین فرماتے۔

قابلِ ذِکر بات

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو سابق صُوفیاء ملاتیہ و صدیقیہ کہتے تھے۔ یہ حضرت یُوسف ہمدانی سے اُوپر تک تھا۔ حضرت یُوسف ہمدانی سے شاہِ نقشبند تک اس کا نام سلسلہ خواجگان تھا۔ شاہِ نقشبند سے نقشبندیہ مشہور ہوا۔ بعد میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تجدید سلوک سے اسی سلسلہ کو نقشبندیہ مجددیہ کہا جانے لگا۔

Marfat.com

حضرت مجددؒ کی تحقیق اور مجددیہ کا اضافہ

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے انسان کے مرکب رُوح و جسم کے لحاظ سے تربیتِ رُوحانی کی ایک نئی بنیاد رکھی۔ آپ نے رُوح کے لحاظ سے انسان میں پانچ قوتوں کا ادراک کیا۔ جن کا تعلق عالمِ اَمر سے ہے۔ اَمر حکم کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کُن فیکون کے لفظ اَمر کے ذریعہ کیا۔ ان کو عالمِ اَمر کہا جاتا ہے۔ وہ پانچ قوتیں جو انسانی رُوح میں ودیعت ہیں ان کا مقام انسان کا سینہ ہے۔ یہ قوتیں گو عرش سے اُوپر ان کا مستقر و مقام ہے لیکن انسانی رُوح کا جوڑ چونکہ ان قوتوں سے ہے اسلئے مشق ذکرِ الٰہی سے یہ جوڑ مضبوط ہو جاتا ہے۔ وہ قوتیں سینۂ انسانی میں مندرجہ ذیل مقامات میں ودیعت شدہ ہیں۔

۱) قلب : بائیں پستان سے دو انگل نیچے (نور کے اعتبار سے اس کا رنگ زرد ہے۔

۲) رُوح : دائیں پستان سے دو انگل نیچے۔ (نور کے اعتبار سے اس قوت کا رنگ سُرخ ہے۔

Marfat.com

۳) سِتر : بائیں پستان سے دو انگل مائل بہ سینہ (نور کے اعتبار سے اس قوت کا رنگ سفید ہے)

۴) خفی : دائیں پستان سے دو انگل مائل بہ وسط سینہ (نور کے اعتبار سے اس کا رنگ سیاہ ہے۔

۵) اخفیٰ : درمیان سینہ (نور کے اعتبار سے اس قوت کا رنگ سبز ہے۔

ایک تشریح ہر انسان قدرت کی فیاضی سے ایک رُوحی فطرت لاتا ہے اور اس کا سینہ اس فطرت کا منبع ہوتا ہے۔ فطرت جب اُجاگر ہوتی ہے اور انسان قربِ الٰہی کی راہ میں اپنے مرشدِ حقیقی جو " لبسا ابلیس آدم روئے ہست " کے تحت شیطانی چہرہ نہ رکھتا ہو، کے ذریعہ قدم رکھتا ہے تو اسکی یہ قوتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے متوسلین کو بعض دفعہ دورانِ ذکر کچھ انوار نظر آتے ہیں۔ یہ لطائف کے انوار کہلاتے ہیں۔ اس لئے پہچان کے لئے تفصیل بیان کر دی۔ قبل اس کے کہ ہم مزید تجدیدی سلوک کی وضاحت کریں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کمالاتِ ولایت کے جو فیوضات پھیلے ہیں۔ اُن سب کے پھیلاؤ میں حضرت حسن بصری کو بڑا دخل ہے۔

سلسلوں کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے

Marfat.com

مندرجہ ذیل سلاسل حضرت علیؓ کے کمالات ولایت کے نمائندے ہیں۔

نقشۂ سلاسل (چودہ ۱۴ خانوادے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت حسن بصریؒ

(۱) سلسلہ زیدیہ — عبدالواحد بن زیدؒ

سلسلہ	بزرگ
(۲) سلسلہ عیاضیہ	فضیل بن عیاضؒ
(۳) سلسلہ ادھمیہ	ابراہیم بن ادھمؒ
(۴) سلسلہ بصریہ	ہبیرہ بصریؒ
(۵) سلسلہ چشتیہ	ابی اسحٰق چشتیؒ

(۱) سلسلہ حبیبیہ — حبیب عجمیؒ

سلسلہ	بزرگ
(۲) سلسلہ کرخیہ	معروف کرخیؒ
(۳) سلسلہ سقطیہ	سری سقطیؒ
(۴) سلسلہ جنیدیہ	جنید بغدادیؒ
(۵) سلسلہ طوسیہ	علاؤ الدین طوسیؒ
(۶) سلسلہ سہروردیہ	شہاب الدین سہروردیؒ
(۷) سلسلہ کازرونیہ	ابو اسحٰق کازرونیؒ
(۸) سلسلہ طیفوریہ	طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ
(۹) سلسلہ فردوسیہ	رکن الدین فردوسیؒ

یہ چودہ خانوادے بنتے ہیں:

بایزید بسطامیؒ کی بیعت حبیب عجمیؒ سے اور اسی طرح معروف کرخیؒ کی بیعت داؤد طائیؒ سے جو حبیب عجمیؒ کے مرید تھے ہے۔ چونکہ فیض ان دونوں بزرگوں کو اہل بیت سے ملا ہے اس لئے ان کا تذکرہ حسن بصریؒ کے سلسلوں میں نہیں آتا۔

Marfat.com

ان کے متعلق ابو طالب مکی قوت القلوب ج ۱ ص ۱۴۹ پر فرماتے ہیں۔
حسن بصری جو کہ ایک یادِ الٰہی والی شخصیت تھی اور آپ کی مجالس ہمیشہ مجالس ذکر ہوا کرتی تھیں۔
جن کی تنہائیوں میں اپنے مریدوں اور تابعداروں کی معیت جو مالک بن دینار، ثابت البنانی، ایوب السختیانی محمد بن واسع، فرقد سنجی، عبدالواحد بن زید پر مشتمل ہوتیں۔ آپ اُن سے فرماتے آؤ نور بکھیریں پھر آپ تصوف، علم یقین، قدرت، دلوں کے اعمال دخواطر، فسادِ اعمال، نفوس کے وسوسوں پر بحث فرماتے لبا اوقات کوئی نہ کوئی اصحاب حدیث بھیس بدل کر سر چھپا کر پیچھے بیٹھ جاتا تاکہ آپ کے فرمودات سُنے تو آپ فرماتے اسے (نکمے) تم یہاں کیا کرتے ہو۔ ہم تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ تنہائیوں میں اپنی باتیں کرتے ہیں۔
ابو طالب فرماتے ہیں حسن بصری ہمارے امام ہیں اس علم میں ہمارا سلسلہ طریق اُن تک پہنچتا ہے۔ آپ خیار تابعین سے تھے چالیس سال تک علم و حکمت حاصل کرتے رہے پھر جا کر اس علم و حکمت میں بولنا شروع کیا آپ ستر (۷۰) بدری صحابہ سے ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

تین سو صحابہ کرام سے ملاقات فرمائی۔ آپ خلافتِ عمرؓ میں دو راتیں رہتی تھیں کہ پیدا ہوئے۔

آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ اُم سلمہ ام المومنین کی باندی تھیں، جب آپ روتے تو وہ اپنا پستان آپ کے منہ میں دیتیں۔ آپ کا کلام حضورؐ کے کلام سے مشابہ تھا۔ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور جو اس وقت عشرہ مبشرہ زندہ تھے انہیں دیکھا۔ سنہ ۲۹ھ سے آپ سنہ ۹۹ھ تک جتنے بھی صحابہ کرام زندہ تھے، ان کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے بصرہ میں انس بن مالک مدینہ میں سہل بن سعد الساعدی، مکہ میں ابو الطفیل، یمن میں ابیض بن حمال المازنی، کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفی شام ابو حرّصافہ خراسان میں بریدۃ الاسلمی سنہ ۱ھ کو روئے زمین پر حضورؐ کے صحابہ میں کوئی زندہ نہیں اور یہ صحابہ سب سے آخر میں اپنے اپنے مقامات پر فوت ہوئے۔ حضرت حسن بصری سنہ ۱۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت حسن پہلے شخص تھے جنہوں نے تصوف و معرفت کے علم کی بنیادیں اٹھائیں اور زبان سے معرفت کے بول بولنے شروع کئے۔ کبھی کبھی آپ ایسی باتیں بھی کرتے تھے جو کسی سے نہ سنی ہوتیں تو لوگ پوچھتے آپ نے یہ علم کس سے سیکھا تو آپ فرماتے میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب سرِ رسول اللہ سے لیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے آپ نے مجھے علم نفاق و علم سرائر و آفات اعمال میںسے

خصوصیت سے امتیاز بخشا ہے اسی وجہ سے آپ کو صاحب سِرِّ رسول اللہ کہا جاتا ہے۔

(قوت القلوب ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمالاتِ ولایت و نورِ نبوت......

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کمالاتِ ولایت و نورِ نبوت کی نسبت جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے پھیلی اسمیں بارلوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو نہیں دیکھا۔ لہٰذا سلسلہ چشتیہ یا جملہ سلاسل روحانیہ میں انقطاع ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنی تصنیف "الانتباہ فی سلاسل الاولیاء" میں فرماتے ہیں اہلحدیث حضرات یہ صحبت جسمانی نہیں مانتے مگر اہل سلوک جملہ تمام کے تمام اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت حسن کا فیض حضرت علی سے ہے اور شیخ احمد قشاشی نے اپنی کتاب "عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید" میں یہ چیز ثابت کر کے اہل سلوک کی مدد فرمائی۔

(انتباہ ج ۱ ص ۱۳)

دوسرا اعتراض

یہ عاجز چھوٹی عمر کا تھا کو علمی لحاظ سے تعلیمی کتب اس وقت بڑی بڑی پڑھ

Marfat.com

رہا تھا مگر دینی پختگی کا وہ عالم نہیں تھا۔ ہمارے تلامذہ میں دو تین طلبہ رُوحی شغل میں چشتیہ نسبت سے منسوب تھے۔ جن کا تعلق پکھلی کے گلی باغ میرا کے ایک چشتی بزرگ جو سیال شریف کے بزرگوں کے خلفاء سے تھے، اور مہر علیشاہ صاحب کے پیر بھائی تھے جن کا اسم گرامی ولی احمد تھا۔ ان سے دُوسرے غیر صُوفی طلباء جو تحصیل علم کے قریب تھے اور وہ طلبہ بھی اُن سے ہم درس تھے اعتراض کرتے اور قوت القلوب کی یہ عبارت دکھاتے کہ حضرت حسن اپنا علم حضرت حذیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپ لوگ انہیں حضرت علی باب مدینۃ العلم کے تربیت یافتہ قرار دیتے ہو اس تضاد کا کیا جواب ہے؟ وہ عاجز خاموش ہو جاتا اور یہ محظوظ ہوتے۔

اس عاجز نے جب اس وادی میں قدم رکھا تو ان طلبہ کی بحث یاد آئی تو خود بھی مخمصہ میں پڑ گیا۔ مگر جب قوت القلوب جلد اوّل ص۱۴۸ پر یہ پڑھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو مسجد بصرہ سے تمام قصہ گو حضرات کو نکالا جو حلقے جمائے بیٹھے تھے۔ جب آپ کا گذر حضرت حسن پر ہوا تو علم معرفت و تصوّف و معارف میں گو یا تھے آپ نے کان رکھ کر ان کی گفتگو سُنی تو آپ چلے گئے اور اُن سے کچھ نہ کہا تو مجھے اپنے اکابر کا شعر یاد آگیا ؎

آنکہ تبریز یافت یک نظرے شمس دیں

سخرہ کند بر دہا طعنہ زند بر چلہ

وُہی خاموشی اور حضرت علی کے ٹھہراؤ نے حضرت حسن کے علم میں برکت دی اور وہی ایک نظر کے فیوضات کا سبب بنی اسلئے حضرت حسن کی

Marfat.com

فتح ربانی حضرت علی کی اس نظر کا اثر تھا۔ اکابر کا بھی اس پر قصہ سن لیں۔ حضرت صالح بن مبارک بخاری اپنی تصنیف "انیس الطالبین" میں حضرت شاہ نقشبند نے حضرت بایزید بسطامی کے متعلق فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر میں اپنا ازاربند کسی کو دکھاؤں تو وہ مجھ پر فریفتہ ہو کر میرا دامن نہ چھوڑے۔ اس پر حضرت شاہ نقشبند نے فرمایا اگر میں اپنی آستین کو حرکت دوں تو تمام بخارا دم بخود ہو جائے۔

یہ ہوتا ہے بزرگان دین سے متعلق چیزوں کا اثر اگر حضرت علی کے تھوڑے توقف نے حضرت حسن کی زوجی دنیا بدل دی تو تعجب کی بات نہیں اور حضرت حسن کے سلسلہ کا ان سے منسوب ہونا برحق ہوگا۔

کمالات نبوت کا فیض بذریعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کمالات نبوت کا فیض جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ امت میں پھیلا اس کا حامل سلاسل میں سلسلہ نقشبندیہ تھا۔ اس سلسلہ میں نور نبوت کے فیض کا مین جس صحو و ہوشیاری کا متقاضی ہے وہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس سلسلہ کی فوقیت حضرت صدیقی نسبت ہونے کی وجہ انکی طرح ممتاز و بلند مرتبہ ہے چنانچہ سلاسل کے جملہ اکابر کا اعتراف موجود ہے۔ چنانچہ امام شعرانی بحوالہ محی الدین ابن عربی لطائف المنن ج ۱ ص ۵۴ میں فرماتے ہیں۔

Marfat.com

لگے ۔ مگر جن کو رُوحی فیض کے کسب کا شغف تھا اور رُوحی اقدار سے واقف تھے۔ اُنہوں نے کبھی اس اعتراض کو وقعت نہ دی اور نہ ہی رُوح سے ادنیٰ نسبت رکھنے والا اس اعتراض کی طرف اپنے باطنی نور، اشراق کی وجہ سے توجہ دے سکتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ رُوحی سلاسل میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا، اور نہ ہی ہمارے رُوحی اکابر نے اس اعتراض کو وقعت دے کر یا قابل توجہ سمجھ کر اسکے جواب کا سوچا ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ رُوحی دُنیا سے تعلق رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ رُوح کا فیض رُوح سے ہوتا ہے ۔ نور، حال وکیف مقام ، یہ سب رُوح کی صفات ہیں جس طرح روٹی کھانے والا یہ نہیں کہتا کہ میری رُوح نے کھانا کھایا، مادی تقاضا پیٹ روٹی کی طلب رکھتا ہے سب اس کے لئے ہاتھ پیر مارنے پڑتے ہیں —— مگر ذوق وشوق سکون وراحت کا تعلق رُوح سے ہوتا ہے و وقت کا بھوکا کسی ویرانے میں پڑا ہو مگر اُسے رُوحی سکون میسر ہو تو وہ مطمئن ہوتا ہے۔

جنگلوں میں رہنے والا جسمانی طور پہ آسودہ جب پریشانی کا شکار ہو رُوحی سکون مفقود ہو تو جسمانی آسائشیں اس کے لئے مفید نہیں ہوتیں ۔ مگر یہی شخص جب کسی رُوحی مردِ کامل کے مزار پہ جا کر فاتحہ پڑھتا ہے تو سکون کی لہر اسکی رُوح پہ چھا جاتی ہے۔ اور کچھ لمحات وہ پرسکون گذار دیتا ہے ۔ رُوح اپنے کسب فیض زندہ ولی —— وصال شدہ ولی میں کوئی فرق نہیں رکھتی ، بات احساس کی ہے۔ جس شخص کی رُوح پاک و پاکیزہ ہے وہ کبھی

Marfat.com

اس فرق میں نہیں پڑتا جس شخص کے نصیبہ میں کوئی نعمت جس گھر سے ہو تو اعلان واظہار، شکریہ اسی کا ادا کرتا ہے یہی کچھ ہمارے اکابر نے کیا ہے کہ نعمت کے حصول میں انہوں نے اسی شخص کا نام لیا جہاں سے انہیں نعمت ملی۔ ملاحظہ ہو: انیس الطالبین مؤلفہ صالح بن مبارک بخاری صفحہ ۳۰ پر حضرت شاہِ نقشبند کے حالات میں تصنیف ہے۔

ذکرِ حضرۃ خواجگان

حضرت شاہِ نقشبند کے شیخ قبولیت خواجہ محمد بابا سماسی ہیں کہ آپ خلفاء عزیزاں علیتنی سے ہیں اور وہ خلفاء خواجہ محمود انجیری فغنوی ان کے مرشد خواجہ عارف ریوگری ہیں۔

ان کے مرشد خواجہ عبدالخالق غجدوانی ہیں۔ حضرت شاہِ نقشبند کی نسبت ارادہ وصحبت تعلیم وادب سلوک تلقین ذکر تو حضرت امیر سید کلال سے ہے۔ جو بابا سماسی کے خلیفہ ہیں مگر آپ کو حقیقت، روحانیت کے سلوک میں فیض خواجہ عبدالخالق خواجہ یوسف ہمدانی کے خلفاء سے تھے۔ اور وہ ابوعلی فارمدی کے جو امام غزالی کے بھی مرشد ہیں۔ ابوعلی فارمدی کی نسبت دو طرف ہے ایک ابوالقاسم گورگانی جو تین واسطوں سے حضرت جنید سے ملتے ہیں۔ دوسری ابوالحسن خرقانی سے، جن کی تربیت روحانی ابویزید بسطامی سے ہے آپ کی

Marfat.com

ولادت حضرت بایزید کے فوت ہونے کے کافی مدّت بعد ہوئی۔ یہ تقریباً نوّے سال بنتے ہیں۔ شیخ بایزید کی تصوّف میں نسبت امام جعفر صادق سے ہے ان کی رُوحانی تربیت جعفر صادق سے نقلِ صحیح سے ثابت ہے۔

انیس الطالبین صہ ۲۲ دیکھئے یہاں نقلِ صحیح سے آپ کی تربیت ہمارے اکابر کے ہاں ثابت ہے۔ اس لئے اکابر کسی ظاہری صحبت، تسلسل زمانی ان فضول کوششوں کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

○

وصال شُدہ رُوحانی شخصیت کسی زندہ مرید کی تربیت کیسے کرتی ہے

یہ ایک سوال ایسا ہے جس کی طرف رُوحی اقدار سے ناواقف لوگوں کا ذہن چلا جاتا ہے۔

دراصل رُوح کو اللہ تعالیٰ نے ادراک و شعور سے نوازا ہے۔ جب سے یہ بدن کے پنجرے سے آزاد ہو جاتی ہے خواہ یہ آزادی دُنیا میں اپنے فنائیت تامہ سے حاصل ہو یا وصال سے حاصل ہو۔ یہ مسلم علیہ ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم فرماتا ہے:

"لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ" ۔ تم اس جنت میں جو چاہو تمہارے لئے ہوگا۔ منعم علیہ روح اپنے متعلقین اور متوجہین کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ یہ فائدہ عارضی بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ متعلقین کو ہدایات و پیغامات بھی دیتے ہیں اور اُن سے خطاب و کلام بھی فرماتے ہیں۔

کلام و پیام ملاحظہ ہو

عبداللہ بن عبیداللہ انصاری فرماتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں تھا جو ثابت بن قیس بن شماس کو دفن کر رہے تھے اور جو یوم یمامہ میں شہید ہوئے تو قبر کے داخل کرتے وقت انہوں نے کہا "محمد رسول اللہ، ابوبکر صدیق رض، عمر شہید رض، عثمان بر الرحیم ——— ہم نے دیکھا کہ وہ مُردہ تھے۔
تاریخ خمیس ج ۲ ص۲۱۲ بحوالہ شفاء ص۲۱۳ بحوالہ اکتفا جب ثابت بن قیس بن شماس یمامہ کے دن شہید ہوئے چونکہ اس کے ہاتھ انصار کا علَم تھا اور اس وقت ان کا سردار و خطیب تھا ایک شخص مسلمان کو خواب میں آیا اور اُسے کہا میں تجھے وصیت کر رہا ہوں خبردار تو اسے بے فائدہ خواب نہ سمجھنا جو ضائع کر دے۔ میں جس وقت شہید ہوا تو نجد کی طرف سے ایک شخص آیا۔ مجھ پہ درع (خود) تھی جسے اس نے لیا اور اپنی جگہ آ کر اُسے پتھر کی ہنڈیا کے نیچے چھپا دیا ہے اور اس ہنڈیا پہ کجاوہ رکھ کر اُسے لشکر کے آخر حصّہ میں چھپا دیا ہے۔

Marfat.com

جہاں چتکبرا گھوڑا اسکی لمبائی میں باندھا ہوا ہے تو خالد کے پاس جاکر اُسے اطلاع دے کہ وہ کسی کو بھیج کر میری خود منگوائے نیز تو جب خلیفہ رسُول کے ہاں جائے تو اُسے اطلاع دے کہ مجھ پر اتنا قرضہ ہے اور میرا اتنا قرضہ ہے۔ میرے دو غلام سعد و مبارک آزاد کردہ ہیں۔

سُنو غور سے سُنو! اسے بے کار خواب مت جاننا کہ ضائع کر دے ——— چنانچہ وہ شخص صبح خالد بن ولیدؓ کے پاس آیا خواب سُنائی۔ خالد نے اُسی طرح کیا جیسا کہ اس نے کہا تھا ذرع پا کر اپنے قبضہ میں کرلی۔ اسی طرح اسکی دُوسری وصیت بھی پُوری کی گئی ——— یہ خواب دیکھنے والا بلال بن حارث تھا۔ موت کے بعد صرف یہی ایک وصیت تھی جس پر عملدرآمد کیا گیا۔

(تاریخ خمیس ج ۲ صفحہ ۲۱۳)

بتلایئے کیا رُوحانیت میں فیض لینا کوئی مشکل ہے جب ثابت بن قیس صحابی کی رُوح متمثل ہو کر اپنا پیغام و وصیت دیتی ہے۔ تو کسی کامل کی جس نے جہادِ اکبر سے اپنے نفس کو شہید کیا ہو وہ کسی کی تربیت نہ کر سکے گا۔

رُوحوں کا ادراک

معروف بن شنجیر تابعی تھے ——— ان کی تعلق باللہ کی کیفیت

Marfat.com

عجیب تھی۔ بچہ فوت ہوتا ہے تو آپ خوشی مناتے ہیں، داڑھی کنگھی کرکے عمدہ کپڑے پہنتے ہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ خوشی کا مقام ہے مجھے آخرت میں اجر ملے گا اگر قیامت کے روز ایک گھونٹ پانی کے لئے میری تمام دنیا بھی اللہ تعالیٰ لے لے تو میں اسے قبول کروں گا۔

آپ سے ایک شخص نے کچھ زیادتی کی۔ آپ نے بد دعا دی وہ فی الحال مر گیا۔ زیاد سے ان لوگوں نے شکایت کی جو اس وقت بصرہ کا حاکم تھا تو اس نے کہا اس نے اُسے چھوا ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں زیاد نے کہا مردِ صالح کی بد دعا تھی۔ جو تقدیر کے موافق ہوگئی میں کیا کرسکتا ہوں آپ گاؤں میں رہتے تھے جب جمعہ کے لئے آتے تو قبرستان پر گذر ہوا تو تھوڑا سا مراقبہ کیا۔ اہل قبور آپ کو قبروں کے اُوپر نظر آئے تو اہل قبور نے آپس میں کہا یہ تو جمعہ پڑھنے جارہا ہے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا تم جمعہ کو دوسرے دنوں سے پہچانتے ہو تو ان اہل قبور نے کہا ہاں یہ کہا ہم تو آسمان میں اڑنے والے پرندوں کی بولی بھی جو جمعہ کے لئے بولتے ہیں سمجھتے ہیں۔ اس پر آپ نے پوچھا وہ کیا ہے تو انہوں نے کہا وہ کہتے ہیں صالح دن جمعہ کو سلام سلام ہے۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۴۵)

ھمارے شاہ نقشبندؒ کی سُنیئے: آپؒ فرماتے ہیں مجھ پر غلبہ حال ہوا، بے قراری میں میں ایک دن تین قبروں کی زیارت

Marfat.com

کو گیا۔ جس مزار پر جاتا تو دیکھتا کہ چراغ میں تیل اور فتیلہ (باتی) موجود ہے مگر باتی کو تھوڑی سی حرکت کی ضرورت ہے کہ وہ چراغ جل جائے۔ پہلی رات خواجہ محمد واسع کے مزار پہ گیا پھر خواجہ محمود الخیر فغنوی کے مزار کا انہوں نے اشارہ فرمایا۔ میں وہاں گیا دو آدمی آئے جنہوں نے دو تلواریں میری کمر سے باندھیں اور گھوڑے پر سوار کیا اور اس کا رُخ مزدافنن کے مزار کی طرف کر دیا وہاں اسی طرح چراغ و فتیلہ اسی کیفیت میں تھا۔ میں قبلہ رو متوجہ ہو کر بیٹھا، مراقبہ کی غیبت میں میں نے دیکھا کہ دیوار پھٹ گئی، ایک بڑا تخت ظاہر ہوا، خواجہ محمد بابا کو وہاں جمعیت میں دیکھا، میں نے دریافت کیا کہ کون بزرگ ہیں کسی نے کہا یہ خواجہ عبدالخالق ہیں اور ان کے خلفاء ہیں۔ وہ سب کہتے تھے جب باباسماسی کے نام پہ آیا تو پوچھا ان کو تو نے زندگی میں دیکھا تھا۔ انہوں نے تیرے لئے ٹوپی دی تھی، جو تمہارے گھر میں ہے پھر انہوں نے کہا خواجہ عبدالخالق تجھے ہدایات دیں گے ان پر عمل کرنا میں نے بھی خواجہ کو سلام کی گذارش کی پھر خواجہ نے مجھے ہدایات دیں اور مولانا شمس الدین کی خدمت میں بھیجا اور حضرت امیر کلال سے بیعت کی۔ جو جو باتیں بھی خواجہ عبدالخالق نے فرمائی تھیں وہ میں نے اپنے اندر ملاحظہ کیں اور عنایت الٰہی کا اپنی ذات میں مشاہدہ کیا۔

(انیس الطالبین صہ ۱۶ تا صہ ۱۹)

یہ فیض ہوتا ہے اور اس طریق سے بخشا جاتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ

Marfat.com

ابوالوفاء محمدؒ کے فرمودات میں روایت کرتے ہیں جو مرجاتا ہے وہ برزخ کو چلا جاتا ہے اس کا لوٹنا دنیا میں بدن مثالی سے مشکل ہوتا ہے ہاں البتہ یہ جائز ہے۔ رُوحی جسم کیساتھ اس کا آنا ہو جس طرح دحیہ کلبی کی شکل میں حضرت جبرائیل کا آنا۔ یا فوت شدہ انبیاء و اولیاء یہ تمام عالم مثال کی کارستانیاں ہیں۔

اِنسانی نفوس کا بِل دُنیا میں جب مختلف شکل بدل سکتے ہیں تو عالم برزخ میں بطریق اُولیٰ شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔

(انفاس العارفین ص ۱۱۴)

اویسی نسبت کے حصول کا طریقہ

ہمارے شاہ غلام علی شاہ صاحب کے ملفوظات میں جو دُرالمعارف کے نام سے مرتب ہیں۔ ۸ رجب المرجب بروز بدھ کے ملفوظ میں ہے۔ جو شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اویسی نسبت یا کسی بزرگ کی طلب کرتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ ہر روز کسی خلوت (حجرہ) میں تنہائی دو گانہ نماز پڑھ کر اس بزرگ کی فاتحہ پڑھ کر اسکی رُوح کی طرف متوجہ ہو چند دنوں میں یہ نسبت ظاہر ہو جائے گی یا عشاء کی نماز کے بعد خیال قوت سے حضور مبارک کے دو ہاتھ مبارک اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر کہے

Marfat.com

اے رسول اللہؐ میں پانچ اسلامی بنیادوں کے عمل پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ ہر رات ایسا کرے۔ خواجہ معین الدین چشتی نے حضرت داتا صاحب سے اسی طریقہ پر حجرہ میں معتکف ہو کر فیض لیا اور داتا صاحب کے متعلق فرمایا ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اقبال مرحوم بھی داتا صاحب کی تعریف میں اسی اویسیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ؎

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

اویسی نسبت میں مشورہ و رہنمائی

شیخ فقیر اللہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے پوتوں میں تھے، اپنے اکابر سے فیض حاصل کر کے دہلی آئے اور خواجہ باقی باللہ کے مزار پر بیٹھ کر متوجہ ہوتے اور فیض لیتے وقت ایکدن ان کے دل میں خیال آیا کہ اویسی نسبت جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے اسکی تازگی کے لئے صحبت بھی کسی بزرگ سے ہو تو بہتر ہوگا اس غرض کے لئے حضرت باقی باللہ

Marfat.com

سے متوجہ ہوئے تو انہوں نے شاہ عبدالرحیم کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہماری
نسبت خاص ان کے پاس ہے۔ (انفاس العارفین ص۵۲)
اسی طرح شاہ نقشبند نے اپنے مزار پر بیٹھنے والے کو شاہ عبدالرحیم
کی طرف دہلی بھیجا اس نے دل میں خیال کیا دہلی تو بڑا شہر ہے، میں کس
طرح اُن کو دیکھ سکوں گا !
آپ نے کہا، دہلی میں داخل ہوتے ہی وہ تمہیں واعظ کی حالت میں
مل جائے گا۔
(انفاس العارفین ص۵۵)

رُوحانیت مسلک اویسیت

امام شعرانی اپنے مرشد علی خواص کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے
تھے میں نے سلوک و معارف کا یہ اپنا طریقہ سید ابراھیم متبولی سے انہوں
نے رسول اللہ سے لیا ہے اور کبھی فرماتے میں نے یہ طریقہ حضرت ابراھیم
علیہ السلام سے لیا ہے ——— حضور سے فیض لینے کا طریقہ یا اویسی
نسبت والے فیض کس طرح حاصل کرتے ہیں ———
ان کی رُوحیں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیدار رہتی ہیں۔
آمنے سامنے ملاقات کرتی ہیں رُوحوں کیساتھ نہ کہ جسموں کے ساتھ جس

طرح کہ صحابہ کیا کرتے تھے۔

سیّد ابو العباس مرسیؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی بھی فقیر کا مقام اسوقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حضورؐ کی رُوح مقدسہ سے اپنے جُملہ اُمور میں رُجوع نہ کرسکے۔ جس طرح کہ ایک شاگرد استاد سے استفادہ کرتا ہے۔ حضور سے لینا انتہائی بلند مقام جس تک ہر ایک کی پہنچ نہیں۔

(لطائف المنن ج ۱ ص۲۶)

اسی طرح شیخ ابراہیم مقبول فرماتے ہیں دُنیا میں ہم صرف پانچ ہیں جن کا مُرشد سوائے رسُول اللہ کے اور کوئی نہیں۔

نمبر۱: (جُنیدی) (اپنی ذات) شیخ ابومدین شیخ عبدالرحیم قنادی، شیخ ابوالسعود العشار، شیخ ابوالحسن شاذلی بلکہ حضرت ابوالحسن شاذلی کے خلیفہ ابوالعباس مرسی فرماتے ہیں چالیس سال کا عرصہ ہو رہا ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کے حضور سے غافل نہیں خدا کی قسم اگر رسول اللہ میری نظروں سے ایک لمحہ بھی اوجھل ہوں میں اپنے آپ کو مُسلمان نہیں سمجھتا ہوں۔ یہ ہوتا ہے رُوحی جوڑ جو اویسیت کا سبب ہوتا ہے۔

(لطائف المنن ج ۱ ص۱۰۱)

میں حیران ہوں فقہاء و محدثین اپنے عمل میں استحسان اور مصالح مرسلہ کی اصطلاح پیدا کرکے ان پر عمل کرتے ہیں۔ اہل تصوّف کی اویسیت کی اصطلاح اور اس کے طریق عمل کے کیوں مخالف ہیں۔ جبکہ ہر قوم کو اصطلاح اور اس کے مطابق کا حق حاصل ہے۔ ہمارے نقشبندی حضرات کا زمانہ ہاسے

Marfat.com

اویسیت تو حضرت جعفر صادق تک ہے۔

یہاں ان حضرات کا زمانہ تو زیادہ طویل ہے اس فاصلے کو پاٹنے کے لئے درمیان میں کہاں سے واسطے ناقصان معارف روحی کو ان حضرات کے لئے تلاش کریں گے۔

ایسے اہل اللہ وصال کے بعد ایک دن خواجہ قطب الدین کے مقبرے کے اردگرد سیر کر رہا تھا کہ ایک قبر نظر آئی کہ اس کے ذکر سے، زمین کے تمام اجزاء ساتویں زمین تک اور اسی طرح فضاء کے اجزاء عرش تک تمام ذاکر ہیں۔

میں نے تعجب کیا میرے ساتھ شیخ محمد تھے اُن سے کہا تم اس قبر کو دیکھو انہوں نے بھی جو کچھ میں نے دیکھا تھا بیان کیا۔

(انفاس العارفین ص۴۲)

اس قسم کے بزرگ کے روضہ پر آکر کوئی شخص بیٹھ کر فیض حاصل کرے تو لازماً اُسے فیض حاصل ہوگا اور یہ فیض جسمانی صحبت زمانی تسلسل سے ماوراء ہوگا۔

"انفاس العارفین" ص۳۵ سے لیکر ص۵۰ تک اویسیت اور روحانی مدارک میں شک کرنے والے ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

صوفیاء کے متعلق حسن ظن کا مشورہ

امام شعرانی اپنے مرشد کے متعلق فرماتے ہیں۔ سید علی ابا فرمایا کرتے تھے ادنیٰ درجہ کے صوفیاء کے ساتھ یہ ہے کہ ان کا منکر نہیں اہل کتاب کی طرح سمجھے، نہ تصدیق کرے۔ نہ تکذیب کرے۔

سید علی بن وفا فرماتے ہیں صوفیاء کی بات ماننے میں سلامتی ہے۔ ان کے متعلق حسن ظن غنیمت ہے ان پر اعتراض زہر قاتل ہے۔ جو لوگ انکار کرتے ہیں ان کا آخر خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

(لطائف المنن ج ا ص۱۲۵)

ہم نے یہ تمام درد سر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہمارے پاس بحمد اللہ مواد موجود ہے مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کرکے علماء فقہاء و محدثین کی خدمت ان اکابر کے حوالہ جات نقل کئے جن کی عظمت کا اعتراف فقہاء و محدثین نے خود کیا۔

امام شعرانی کے حوالہ جات ہماری شامی ابن عابدین شرح اشباہ و نظائر میں موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ بھی متعارف و معتقد ہیں۔

Marfat.com

امام الہند انہیں مانا گیا ہے ——— اب بھی اگر کوئی شخص صُوفیاء
کے سلاسل میں انقطاع صحبت زمانی سے انقطاع فیض لازم کر کے انہیں مورد
طعن بنائے تو سوائے اسکے کہ ہم کہیں اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ سُوءِ العقیدہ۔
نیز حضرت داتا گنج بخش رح کی کشف المحجوب میں جمع، ہمّت، کلام فی رُوح
کا مطالعہ بھی مفید ہوگا یہاں نقل کرنا طوالت کا سبب ہوگا۔

یہاں تک تو علماء و فضلاء و فقہاء کے لئے کوشش تفہیم تھی کہ وہ اپنے
مقابل میں صوفیاء کی تنقیص کر کے اپنے طریق کار کی برتری کے مدعی
ہوتے ہیں۔ ان کے پیش نظر اسکے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں اسکی تنقیص
میں یہ نیت خیر بھی موجود ہوتی ہے کہ وہ جاہل نارسا صوفی حضرات کے
دام تزویر سے اُمت کو بچانا فرض سمجھتے ہوئے بعض دفعہ اقدامات میں
حق بجانب ہوتے ہیں مگر آجکل بے دین فرقہ حضور م کے عمل تزکیہ کی نفی
کے درپے ہے صحابہ کے تزکیہ کی نفی کے ساتھ ساتھ صُوفیاء کے علوم و
معارف کو واہمی و تخیلاتی ثابت کرنے کی فکر میں ہے۔ لاہور سے شائع
ہونے والے بعض ماہناموں میں کوئی میاں ہیں جو فرضی اور غیر حقیقی طور پر صوفیاء
کے تلمذ کے بعد خود ان کے علوم و معارف کو توہم و تخیل کا شاہکار بتا کر
عوام کو مشورہ دے رہے ہیں کہ ان صُوفیاء کے اس قسم کے توہمات
سے بچنے کی کوشش کریں۔ اُن کے خلاف خیال تھا کہ فیض کے صفحات
پر کچھ لکھیں۔ ایسے حضرات کے جوابوں میں الجھ کر اپنا وقت ضائع کرنا ہوتا ہے
اس لئے اس بحث میں نئے اذہان کے لئے بھی جواولیت کے منکر

Marfat.com

فیض کے حصول کے متعلق وہ بھی جسمانی صحبت مسلسل زمانی ضروری
ہیں
سمجھتے ہیں۔
ہم ضروری سمجھتے ہیں ان سے بھی دو دو ہاتھ ہو لیں۔ چونکہ یہ حضرات
مادہ پرست ہیں۔ اس لئے اُن سے مادیت کے نظائر نیچے ذیل میں مدعا
ثابت کریں تو اچھا ہو گا۔ زیادہ طوالت کی ضرورت نہیں۔ اُن سے یہ
گزارش ہے کہ مادی ترقی میں آج شجر کاری و پیوند کاری سے لوگوں نے
پھولوں، سبزیوں، پھلوں کی ہزارہا اقسام جدا کر ڈالیں۔ جب پیوند کاری
کے ایسے نتائج کو دیکھتے ہیں تو ان کو قبول کر لیتے ہیں بلکہ ستائش کے
جذبات ایسی دریافتوں کے لئے اپنے دل میں پاتے ہیں۔ اسی طرح دو
رُوحوں کے جوڑ سے کوئی رُوحی قوت ظہور پذیر ہو تو آپ کے لئے باعث
تعجب ہوتی ہے اور آپ منکر ہوتے ہیں اور اپنی سمجھ کے تانے بانے
میں الجھ کر رہ جاتے ہیں جبکہ وہاں آپ کا منشا یہ چیز نہیں ہوتی،
اسے چھوڑیئے ———— ٹی۔ وی پر جن تصاویر کو دیکھتے ہیں۔
ان تصاویر کے دیکھنے میں کیا آپ کے ذہن میں جب صاحب تصویر کا جسم
آپ کے ہاں آتا ہے یا رُوح ———— اگر جسم ہے تو وہاں کے جسم کے متعلق
آپ کا کیا خیال ہے وہ جسم اور یہ جسم ایک ہیں یا جُدا جُدا، اگر رُوح
آئی تو وہاں کا جسم بلا رُوح ہو جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔
سائنس کے اس تجربہ سے آپ مستفید ہو رہے ہیں۔ براہ کرم اس
اشکال کا حل پیش کریں ———— تو یہ عاجز اویسی فیض کے

حصول کا طریق آپ کو پیش کر دے گا۔ سائنس کے تصرف میں آپ اس کے کرشمہ میں سے آپ محفوظ ہوتے ہیں مگر رُوحی تصرف کے کسی کرشمے کو ماننے کے لئے آپ کے دماغ پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔ ہمارے صُوفی بزرگ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے ریڈیو، ٹیلی ویژن کی ایجاد سے کئی سو سال پہلے فرمایا تھا جس کی تصدیق آج کی سائنس نے کر دی وہ فرماتے ہیں انسان جو صرف زبان سے بولتا ہے وہ ہوا میں متشکل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے جب وہ سُنے جاتے ہیں تو اُسی طرح سُنے جاتے ہیں، جیساکہ بات کرنے والے نے بات کی ہوتی ہے۔ جیسے ہوا و فضا میں متشکل ہوتے ہیں تو الفاظ کی رُوحیں اُن سے پیوست ہو جاتی ہیں۔ اور یہ حروف ہوا و فضا میں اپنی شکل میں موجود ہوتے ہیں۔

اگرچہ ان کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ ان کا عمل اس وقت ہوتا ہے جب وہ ہوا میں متشکل ہو جائیں، پھر یہ دُوسرے حروف و الفاظ میں مل جاتے ہیں۔ اور تسبیح رب کہتے ہیں اگر کلمہ کفر نہ ہو (فتوحات مکیہ ج ۲ ابحث حروف ص ۲۱۲)

دیکھئے یہ ہمارے صوفی حضرات کا اُس زمانے کا ادراک ہے جبکہ آج کی سائنس نے جنم بھی نہ لیا تھا اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

فالجو کلہ مملوا من کلام العالم یراہ صاحب الکشف صورا قائمہ۔	تمام فضا لوگوں کی باتوں سے پُر ہے جسے صاحبِ کشف صُورتوں کی شکل میں دیکھتا ہے!

(فتوحاتِ مکیہ ج ۱ ص ۲۱۳)

Marfat.com

دوسری جگہ فرماتے ہیں نفس ناطقہ روح کئی ہزار صورتوں کی تدبیر کر سکتا ہے۔

ملاحظہ ہو
نفس ناطقہ وہ جو روح انسانی ہے مثلاً زید کی اس کے لئے مشکل نہیں کہ وہ صورت جسمیہ کی تدبیر نہ کر سکے بلکہ زیادہ ہزار تک بھی کر سکتی ہے جو صورت جسمیہ ہوں۔ وہ تمام صورت جسمیہ زید ہی کہلائے گی غیر زید نہ ہوں گی۔ اگر ان صورتوں میں اختلاف ہو یا مشابہت ہو تو جو چیز دیکھی جائے گی وہ عین زید ہو گی جس طرح آپ زید کے جسم واحد میں مختلف اعضاء جو اسکی صورت میں ہیں۔ مثلاً سر، ماتھا، ابرو، آنکھ، رخسار، ناک، منہ، گردن، ہاتھ، پاؤں وغیرہ تمام اجزاء میں سے جسے بھی تو دیکھے گا کہیگا کہ میں نے زید کو دیکھا ہے اور تو اس بات میں سچا ہو گا اس طرح ان صورتہائے جسمیہ جن کا مدبر روح واحد ہو پھر بھی وہی حکم لگائے گا۔

(فتوحات مکیہ ج ۲ صفحہ ۵۴۸)

یہ فلسفہ ہے جناب کی ٹی۔ وی کی تصویروں کا۔

حضرت بایزیدؒ کے متعلق ابن عربیؒ کی بات

حضرت بایزید کے متعلق امام محی الدین شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ کی بات پہ سلسلہ ختم کر کے اپنے زمانے کے ناقص صوفیاء یا جھگڑالو فرقہ باز مولوی

Marfat.com

حضرات یا نااہل سجادہ نشینوں کے مسند فقر پر قبضہ کر کے اُسکی آفاقیت فیضان کو ایسا دھچکا لگایا ہے کہ مردِ کامل کا جنم لینا ان کی موجودگی میں مشکل ہے وہ فقر جو علمار کو مدرسوں سے شکار کر کے خانقاہوں کی دہلیز پر بٹھایا کرتا ہے آج کے تفرقہ بازوں نے علمار کو گستاخ رسُول کہہ کر فقر سے بدظن کر دیا۔

مدرسے کے بعض ناہنجار اعتزال توحید کے حامل حضرات نے فقر پر بدعت کا لیبل لگا کر اُسے ناقابل صُورت بنا دیا۔ مُرد کہاں سے پیدا ہوں۔ ساون کیڑوں سے بہار کا لطف کہاں سے پیدا ہوگا۔

خُدا کرے مسند فقر ان نارسا فرقہ بازوں کے ہاتھوں نکل جائے اور اپنی آفاقیت کی بدولت، محبت و صُلح و آشتی کی بدولت شہبازوں کا شکار کرے اور جن کے پیش نظر ہو۔

زمین عشق بکوئین صُلح کل کریم
توخصم باش زما دوستی تماشا کن

آپ فرماتے ہیں بایزید کا ایک گھر تھا جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے جس کا نام تھا "بیت الابرار" آپ کے وصال کے بعد وہ گھر محفوظ و محترم تھا۔ اسکے ساتھ مساجد کے سے احترام کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے وہاں رات گذاری جبکہ وہ جنبی تھا (جس پہ غسل واجب ہو) تو بغیر کسی آگ کے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔

(فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۲۲۸)

Marfat.com

یہ ہوتا ہے اہلِ کمال کی اپنے متعلق جگہوں، اولاد، خلفاء، اور
متعلقین کے تحفظ کی طاقت۔ کیا وہ مریدوں کی تربیت نہ کر سکیں گے۔

ے
سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

عاجز حمید فضلی
خانقاہ فضلیہ
شیر گڑھ (مانسہرہ)

Marfat.com

Art
VILLAGE